# مسئلہ

# سیدہ کا نکاح غیر سید کے ساتھ جائز نہیں


تالیف

حضرت علامہ جی اے حق محمد (چشتی)

ایم۔اے ایل ایل بی، درس نظامی، فاضل فارسی

ریسرچ اسکالر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

مسئلہ

# سیدہ کا نکاح غیر سید کے ساتھ جائز نہیں

تالیف

حضرت علامہ جی اے حق محمد (چشتی)
ایم۔اے ایل ایل بی، درس نظامی، فاضل فارسی
ریسرچ اسکالر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

| | |
|---|---|
| نام کتاب | سیدہ کا نکاح غیر سید کے ساتھ جائز نہیں |
| تالیف | حضرت علامہ جی اے حق محمد چشتی |
| اشاعت | دسمبر 2003ء |
| مقام اشاعت | گولڑہ شریف، اسلام آباد |
| تعداد | تین ہزار |

ملنے کے پتے

کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف، اسلام آباد
مکتبہ مہریہ درگاہ گولڑہ شریف، اسلام آباد
مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار، راولپنڈی
ضیاء القرآن پبلی کیشنز، داتا دربار روڈ، لاہور
فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور

# مقدمہ

از مفسر قرآن، مبلغ اسلام علامہ سید ریاض حسین شاہ
سرپرست اعلیٰ ادارہ تعلیمات اسلامیہ پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسلام دین حق ہے اور زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس میں یہ رہنمائی نہ کرتا ہو۔ سیاست سے لے کر اقتصاد اور اخلاق سے لے کر معاشرت تک انسانی تربیت، فیضان ربی اور بقاء وارتقاء کے، اس کے اپنے اصول ہیں اسلام اپنے مزاج میں کسی تراشیدہ فکر، ذہن اور خود ساختہ مذہب کا تابع نہیں۔ اسے الہامی دین (Divine Religion) ہونے کا شرف حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے تشریحاتی اصول وفروع کو سمجھنے کے لئے ان حکمتوں کا جاننا ضروری ہوگا جو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علی وجہ الاختصاص عطا کی گئی ہوں۔

نکاح کا تعلق اسلامی معاشرت اور عائلی زندگی سے ہے۔ ظاہر معاملات کا کوئی ایسا عنوان جس کا تعلق بیک وقت انسانی ذات، ضرورت، منفعت اور معاشرہ سے ہو، اسے حالات اور افکار کے کسی مخصوص تناظر میں دیکھنا بذاتِ خود نفسیاتی، ذہنی، خود ساختہ اور ماحولیاتی دباؤ کے نتیجہ میں ہوگا۔ اس میں کیا شک ہے کہ دیگر معاشرتی اور عائلی عنادین کی طرح نکاح کے باب میں بھی قرآن وسنت کی تعلیمات اٹل ہیں۔ انہیں کسی خاص جہت سے کسی خاص مقصد کے لئے دیکھنا اسلامی تفقہ کے منافی ہے حلت اور حرمت کے فلسفہ سے ناآشنائی کا نتیجہ ہے۔ کچھ عرصہ سے محسوس کیا جارہا ہے کہ اخبارات وجرائد میں جہاں اور بہت سے مسائل پر غیر ضروری ابحاث اٹھانے کی مساعی غیر جمیلہ کا ایک سلسلہ شروع ہے

وہاں نکاح سیدہ مع غیر سید پر بھی نہایت گھٹیا اور سوقیانہ انداز میں گفتگو شروع ہے اگر چہ سوچنے کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ تیرہ چودہ صدیوں پر مشتمل ایک مدت مدید تک فقہاء وعلماء کا انداز اس مسئلہ میں محتاط سے بھی فائق حد تک ادب واحترام میں ڈوبا ہوا تھا لیکن عصر جدید میں جہاں اور بہت سی بدتمیزیاں بڑھی ہیں وہاں یہ بھی ہوا ہے کہ رسالت مآب ﷺ کی ذات کے متعلق ہر چیز اور ہر نسبت پر شک وشبہ کی گرد ڈالنے کی سعی بھی کی گئی ہے۔ خوارج پورے زور وشور سے اہل سنت کو اپنی لپیٹ میں لینے کی مذموم کوشش میں ہیں بلکہ یہاں تک کہ بہت سی باتیں جو معتزلہ کہا کرتے تھے اب اہل سنت کے بعض علماء اپنا رہے ہیں۔

جہاں تک اس فقہی مسئلہ کا تعلق ہے اس پر بتوفیقہ تعالیٰ بہت سی کتابیں اور فتاویٰ پڑھنے کا اتفاق ہوا اور معاصرین میں سے نکاح سیدہ مع غیر سید کے جواز کا نظریہ رکھنے والے بہت سے علماء اور محققین سے ملاقات بھی ہوئی ہے دراصل وہ لوگ ایک مفروضہ پروپیگنڈہ سے مرعوب ہیں کہ اگر اس کو اسلاف کی روش پر ناجائز ہی قرار دیا جائے تو لوگ برہمنیت سے تعبیر کریں گے وہ سب سے زیادہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کا حوالہ دیتے ہوئے تقویٰ کے علاوہ کسی اور چیز کو معیار فضیلت تسلیم نہیں کرتے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَ
قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ
خَبِيرٌ (الحجرات:13)

یہ درست ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں قبائل سازی کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے اور معیار کرامت اور فضیلت کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے لیکن آیہ کریمہ میں قطعاً کوئی ایسا قرینہ نہیں جس سے یہ سمجھ میں آئے کہ کسی شخص کو کسی دوسرے شخص پر فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی بمفہوم قرآن سے مساوات مستلزم نہیں بلکہ امتیاز اور تفرد مستلزم ہے۔ البتہ تفرد اور امتیاز کا معیار تقویٰ ہے۔ بذات خود قبائل سازی کی علت تعارف قرار دی گئی اور تعارف تب ہی

ممکن ہوگا جب تفرد اور امتیاز ہوگا۔ معنی یہ نکلا کہ کنبہ اور ہر قبیلہ کی عرفی حیثیت مسلمہ ہوگی اور اسے قانونی سطح پر تسلیم (Admit) کرنا ہوگا البتہ تقویٰ و دیانت کرامت وفضیلت کے حقیقی معیار ہوں گے۔ رسالتماب ﷺ کے زمانہ میں قریشی و ہاشمی ہونا مہاجر اور انصار ہونا معروف ہیں بلکہ مال غنیمت تک کی تقسیم میں عرف و امتیاز کو قائم رکھا گیا اور ایسا کرنا خیانت نہیں۔ اس لئے کہ خیانت جب ہو کہ رسول اور غیر رسول کے دائرہ اختیار میں برابری اور ہمسری ہو جبکہ معاملہ یہ ہے کہ ایک آمر ہے اور دوسرا مامور، ایک مختار ہے اور دوسرا مجبور، ایک امام ہے اور دوسرا مقتدی، ایک منزل اور دوسرا مسافر اور ایک وسیلہ ہے اور دوسرا متوسل ارشاد رب ذوالجلال ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (احزاب:36)

مال وراثت کی تقسیم میں تفاوت، قرب و بعد کا لحاظ، مقدار میں کمی بیشی، سادات پر زکوۃ کا حرام ہونا اور غرباء امت پر حلال ہونا کیا منصوص علیہ امور نہیں۔ اگر یہ سب کچھ ٹھیک ہے اور یقیناً ٹھیک ہے تو پھر کہا الہامی اور خدائی حکمتوں سے جنگ مول لینا حماقت نہیں۔ اور یہ بھی کہ قرآن حکیم کی نصوص سے فقہاء کرام (Jurists) نے اخذ احکام کے چار طریقے لکھے ہیں۔

۱۔ عبارت النص

۲۔ اشارۃ النص

۳۔ دلالۃ النص

۴۔ اقتضاء النص

سوال یہ ہے کہ محولہ آیہ کریمہ میں کس طریقہ پر حلت نکاح مبینہ مذکورہ ثابت ہوگی جبکہ چاروں نصوص کے اطلاق و نفاذ سے جو جو احکام ثابت ہو سکتے ہیں ان کی ترتیب یہ بنتی ہے۔

۱۔نسلی اور عصبیتی تفاخر ممنوع ہے۔
۲۔نسلی امتیاز کی بناء پر کسی کو حقیر جاننا درست نہیں۔
۳۔تعارفی مقاصد کے لئے کنبہ سازی اور قبائل آفرینی جائز ہے۔
۴۔قبائل اور اقوام کی تقسیم فطری عمل ہے۔
۵۔بعض انسانوں کو بعض انسانوں پر فضیلت حاصل ہے۔
۶۔معیار فضیلت و کرامت تقویٰ ہے۔
۷۔نسبی امتیاز کی نفی قبل الایمان والتقویٰ ہے۔ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ کا خطاب اس کا مصرح ہے وگرنہ خاندان مصطفیٰ کی فضیلت مسلمہ بھی ہے اور منصوص علیہ بھی۔
۸۔دائرہ انسانیت سے متعلق تمام افراد و طبقات کا باہمی تعارف و تناصر باعث برکت اور معاشرتی ضرورت ہے۔
۹۔انسان جنسی اعتبار سے مرد اور عورت کے باہمی تزوج سے پیدا ہوا۔ تخلیق انسانیت میں کوئی دوسری جنس شامل نہیں۔
۱۰۔تفرد اور امتیاز برا نہیں بلکہ اس کی بنا پر معاشرتی ناانصافی جرم ہے۔
۱۱۔حصول فضیلت کے لئے اکتساب بر و تقویٰ ضروری ہے۔
۱۲۔دائرہ انسانیت کے اندر ہر انسان حقوق اور فرائض میں مساوی ہے۔
۱۳۔اللہ تعالیٰ کی ذات علیم و خبیر ہے۔

قرآن مجید کی اس آیہ کریمہ سے سینکڑوں احکام اخذ کیے جا سکتے ہیں لیکن اسے عائلی قانون کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا اور اگر کوئی شخص مصر ہو کہ اس سے مناکحات کے اندر بطور قرینہ مدد لی جا سکتی ہے تو عرض یہ ہے کہ حلال اور حرام کا پیمانہ قرآن مجید کی ظاہری نصوص کی صورت میں موجود ہے۔ اخذ احکام کے اس اصولی معیار کو تاویل اور اقتضاء کی بنیاد پر توڑا نہیں جا سکتا اور پھر یہ کہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسلاف میں سے کوئی بھی اس راہ پر نہیں چلا، اگر کوئی دلیل ملتی بھی ہے تو فقہ کی کتابوں میں اس آیہ کریمہ سے ''کفات و

ولایت" ہی کے احکام نقل کیے گئے ہیں جو مختلف خاندانوں اور قبیلوں کی امتیازی حیثیت پر دلالت کرتے ہیں۔ وہ لوگ جنہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اکرم صلی اللہ علی نبینا الکریم میں رسوخ اور پختگی حاصل نہیں ہوتی وہ عموماً عجلت اور جلد بازی کا شکار ہو کر کہہ بیٹھتے ہیں کہ اسلام میں نسب اور کفو کی کوئی اہمیت نہیں اس لئے کہ اسلام وہ آفاقی، ہمہ گیر اور حکیمانہ نظام ہے کہ اس میں رنگ و بو اور نسل اور نسب کی تمیز ختم کر دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سید و غیر سید کے ہونے نہ ہونے پر ایقان نہیں رکھتے یہاں غور طلب مسئلہ یہ ہوگا کہ "دعوی مساوات" کی حیثیت کیا ہے؟ فرائض میں مساوات؟ حقوق میں مساوات؟ تخصصات میں مساوات؟ منصب میں مساوات؟ یا تاریخ و تولید میں مساوات یا رنگ و کیف میں مساوات؟ ہمارے خیال میں یہ اہم موضوع فکر کے لئے اگر قرآن حکیم کے سامنے رکھا جائے تو نہایت دلچسپ صورت سامنے آتی ہے۔ "فرائض" اور "استعداد عمل" کے اعتبار سے قرآن مجید نے نہایت عمدگی سے مساوات کی نفی کی ہے اور اپنا ابدی اٹل لابدی قانون عطا فرمایا۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ (البقرة:286)

جب مختلف نفوس میں استعداد کار مختلف ہوگی تو لامحالہ عدم مساوات بین الناس مستلزم ہوگی اور اس کا لازمی اثر ادائیگی پر پڑے گا۔ مرد ہمہ دم نماز و روزہ ادا کرے گا اور عورت مہینے کے خاص ایام میں رخصت پر ہوگی۔ یہاں اگر ہم یہ کہیں گے کہ "عورت اور مرد" برابر برابر ہیں تو برابری اور مساوات کی جہت قائم کرنی ہوگی۔ رنگ و نسل میں برابر ہیں یا کار استعداد اور ادائیگی فرائض میں برابر ہیں۔ جہاں تک حقوق میں مساوات کا تعلق ہے تو یاد رہے کہ "حق" اپنی عرفی حیثیت میں "تکمیل ضرورت" کا نام ہے ظاہر ہے کہ ضرورتیں اگر مادی نہیں ہو سکتیں تو حقوق میں برابری بھی نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے "حقوق" کے حوالہ سے جہاں بھی رہنمائی فرمائی تو مساوات کا لفظ استعمال نہ فرمایا "عدل" کا لفظ استعمال فرمایا۔ عدل اور مساوات میں جو "منافات" ہے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ مالیات میں اسلام کا قانونِ وراثت حصص میں جو فرق کرتا ہے کیا اس سے حقوق میں عدم

مساوات کا تصور اجاگر نہیں ہوتا؟ ایک مقام پر اللہ کریم نے صاف طور پر فرمادیا۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ (الروم:22)

اس طرح ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشادفرمایا۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ یُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا ؕ هَلْ یَسْتَوٗنَ (النحل:75)

قرآن مجید نے مختلف اہلیتوں کے حاملین میں عدم مساوات کی طرف کس خوبصورتی کے ساتھ اشارہ فرمایا علم والے بے علم لوگوں کے برابر نہیں ارشاد باری ہے۔

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (الزمر:9)

اب رہی یہ دلیل کہ ہم سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم کے بیٹوں میں کوئی فرق و امتیاز نہیں کیا اس کا یہی مطلب لیا جائے گا کہ نبی اور غیر نبی میں کوئی فرق نہیں (معاذ اللہ) مومن اور غیر مومن میں کوئی تفرد نہیں متقی اور فاسق میں کوئی امتیاز نہیں، مرد اور عورت میں کوئی اختلاف نہیں ماں اور بیٹا برابر ہیں۔ میرے خیال میں ماں بیٹا اور باپ بیٹی اور بہن بھائی سب آدم ہی کی اولاد ہوتے ہیں آدم کا بیٹا ہونے سے مناکحات کا قانون وضع کرنا کیا جہالت اور حماقت نہیں۔

قرابت خاصہ، نکاحی رشتہ، رضاعت، جمع، ملک، کفو اور آزاد عورت پر باندی کا نکاح یہ وہ سات اسباب ہیں جن کی بناء پر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ ان سب کی تفصیل صرف قرآن مجید نہیں بلکہ حدیث وفقہ اور سنت واثر میں موجود ہے شاید یہی وجہ ہے کہ فقہاء کے نزدیک حرام اور ناجائز میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے اور وہ کہیں تو کسی امر کے لئے حرام کا لفظ استعمال کرتے اور کہیں ناجائز کا بلکہ ان کے نزدیک عدم جواز اور ''لا یجوز'' میں بھی فرق ہوتا ہے اس کی تفصیل کے لئے عالمگیری، بحر الرائق، تاتار خانیہ، کتاب الام، مبسوط وغیرہ

کتابیں دیکھی جائیں! ہمارے خیال میں نکاح سیدہ مع غیر سید کے لئے فقہاء کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔

اَلاَحْوَطُ اَنْ یُفْتٰی بِعَدَمِ جَوَازِہٖ۔

اس مسئلہ پر جن بزرگوں نے تفصیل کے ساتھ اپنے رشحات قلم سے اہل محبت کو نوازا ان میں قدوۃ الاولیاء اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحئی چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پیر سید محمود شاہ ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مخدوم زادہ قاضی محمد اسرار الحق حقانی

مولانا غلام رسول صاحب، کے اسماء سرفہرست ہیں۔

اگرچہ اصل صورتِ حالت تو روز روشن کی طرح اظہر من الشمس ہے لیکن ہر زمانے میں کچھ مخصوص ذوق رکھنے والے احباب چھیڑ چھاڑ میں مصروف رہنا عبادت تصور کرتے ہیں، پچھلے کچھ دنوں سے اس قسم کی تحقیقات آفرینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سلسلہ ادب کو پھر سے تحریک دی گئی، اس پر علامہ جی اے حق محمد صاحب نے یہ مختصر لیکن جامع رسالہ قلم بند فرما کر ایک قابل قدر کوشش فرمائی ہے۔

محترم جی اے حق محمد صاحب برصغیر پاک و ہند کے معروف علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں ان کے جد امجد حضرت شیخ الجامع مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پنجاب کے قصبے گمرالی تحصیل گجرات میں ۱۸۷۶ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مکھووال اور چکوڑی شریف میں حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کانپور میں حضرت مولانا احمد حسن کانپوری اور رامپور میں حضرت مولانا فضل الحق رامپوری سے حاصل کی اور مدرسہ عالیہ رامپور سے باقاعدہ سند پائی۔ ۱۹۲۵ء میں جامعہ عباسیہ بہاولپور کے بانی شیخ الجامعہ قرار پائے جہاں آپ کی شہرت کی وجہ سے سمرقند بخارا اور انڈونیشیا وملائیشیا جیسے دور دراز علاقوں سے تشنگانِ علم کھنچے چلے

آئے۔ اس زمانہ میں جامع ازہر کے بعد جامعہ عباسیہ عالم اسلام کی دوسری یونیورسٹی تھی۔ ہر مسلک اور ہر مکتب فکر کے علماء آپ کی شاگردی پر ناز کرتے ہیں۔ آپ نے سیدنا مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت کی اور حضرت قبلہ پیر صاحب آپ کو "بسطة فی العلم و الجسم" فرمایا کرتے تھے۔ آستانہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف میں آپ کو امتیازی درجہ حاصل ہوا اور آپ نے خانوادہ مہر کے دونوں شاہزادگان یعنی قبلہ لالہ جی صاحب اور حضرت قبلہ شاہ عبدالحق صاحب کی تعلیم و تدریس کا شرف حاصل کیا۔ موجودہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور کا ہال انہی کے نام سے موسوم ہو کر "غلام محمد ہال" کہلاتا ہے۔ آپ نے ۱۹۴۸ء میں وفات پائی اور بہاولپور میں آپ کا مزار پر انوار ہے۔ جناب جی اے حق کے والد گرامی مفتی بہاولپور حضرت علامہ محمد عبدالحیٔ چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۳۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کر لینے کے بعد حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کا شرف پایا۔ اپنے والد ماجد حضرت شیخ الجامع سے تعلیم پائی۔ حرم نبوی شریف میں حضرت شیخ عبدالباقی ایوبی سے اجازت حدیث کی سند حاصل کی۔ علامہ، مولوی فاضل، منشی فاضل اور انگریزی میں بی اے کی ڈگریاں حاصل کیں، جامعہ نظامیہ لاہور میں حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اصرار پر بطور شیخ الحدیث علمی دینی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ ۱۹۸۲ء میں (ماہ ربیع الاول) وفات پائی اور دربار عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف میں مدفون ہوئے۔ آپ کی علمی دینی خدمات میں درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ آپ نے سماع بالمزامیر (قوالی)، ایمان ابو طالب، اور سیدہ کا غیر سید کے ساتھ نکاح کے عدم جواز پر کتابیں لکھیں نیز آپ نے حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب کے مکتوبات شریفہ بھی مرتب فرمائے۔ آپ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور انگریز ہندو سامراج کے خلاف اس جہاد میں بہت کام کیا، ملی نظمیں لکھیں آپ کی ایک نظم کا ایک شعر ہے۔

تیرے لئے کافی ہے محمد کی غلامی
او! برہمنی راج کی تحریک کے حامی

خود علامہ جی اے حق محمد صاحب ۹ ۴۹،۹،۱۱ کو بہاولپور میں پیدا ہوئے۔ برصغیر پاک و ہند کے ایک معزز اور منفرد علمی گھرانے کا علمی ماحول میسر آیا اور روحانی پاکیزگی بچپن ہی سے ان کے لاشعور سے شعور تک رچ بس گئی۔ اپنے والد ماجد حضرت مفتی حافظ محمد عبدالحئی چشتی سے تعلیم پائی اور جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے شہادت عالیہ کے علاوہ درس نظامی، فاضل، فارسی، ایل ایل بی اور ایم اے اسلامیات کی ڈگریاں حاصل کیں۔ گلستان مہر کے یکتائے روزگار گل خنداں حضرت قبلہ بابو جی صاحب کے دست حق پرست پر بیعت کی اور باطنی تربیت کے مراحل طے کئے۔

فروری ۱۹۷۴ء میں اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے وابستہ ہوئے بیرون ملک بھی علمی دینی خدمات سرانجام دیتے رہے، کثیر تعداد میں علمی مقالات اور مضامین شائع کئے۔ مختلف تحقیقی موضوعات پر قلم اٹھایا اس وقت تک دس کتابیں لکھ چکے ہیں جن میں سے پانچ چھپ چکی ہیں بقیہ زیر طبع ہیں۔

اس علمی مقالے کے مستند اور معتبر ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کیونکہ حضور قبلہ لالہ جی صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف نے اس مقالے کو پڑھا پسند فرمایا اور منظور کیا اور حضرت کی اجازت سے اس کے آغاز میں حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ کا فتویٰ و ملفوظ اور دربار عالیہ میں مقیم علمائے دین کی طرف سے جاری فرمودہ چند فتاویٰ شامل اشاعت کئے گئے ہیں جس کی وجہ سے یہ مقالہ نہایت مستند اور جامع ہو گیا ہے۔

## فتویٰ

### از مجدد ملت پیر طریقت خواجہ مہر علی شاہ گیلانی قادری چشتی

### الاستفتاء

چہ مے فرمائند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسمی محمد خان ساکن ملہوٹ بہ حکم و اجازت مولی عبد الحق ساکن ملہوٹ بہ یکے از ہاشمیات، سیدات، فاطمیات عقد نکاح و ازدواج نمود۔

غیر مسترضی من احد من الولاۃ القریبۃ او البعیدۃ هل یجوز هذا النکاح ام لا

الجواب هو الموفق للصدق و الصواب

نکاح مذکور جائز نیست و مفتی بجوازہ نہ تنہا بر ولاۃ سیدہ ظلم روا داشتہ بلکہ بر کافۂ اہل اسلام کہ بمقتضائے آیت۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ (الشوریٰ:23)

وبفحوائے حدیث۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

مودہ و حب قرابت نبویہ ﷺ را بر خود فرض و از اصول ایمان مے شمارند جور بے حد و ستم بیعد نمودہ چہ پر ظاہر است کہ در صحت نکاح سیدہ ہاشمیہ فاطمیہ در غیر کفو بناء علی المودۃ و المحبۃ المذکورۃ ہزار ہا دل بوجہ ہتک حرمت اہل بیت رنجیدہ و شکستہ خواہند بود متون فقہ مملو اند و مشحون از عدم ایں چنیں نکاح۔

لعدم کفاۃ العجمی لا یکون کفوا للعربیۃ و لو کان عالما او سلطانا و هو الاصح (در مختار) و یفتی فی غیر الکفو

بعدم جوازه اصلا و هو المختار للفتوی لفساد الزمان۔

پس در صورت مسطورہ صحبت زنا خواہد بود لہذا بر اہل اسلام لازم کہ سیدہ را از عجمی جدا کنانند و مفتی صاحب را واجب کہ آئندہ ایں چنیں افتاءات کہ مستلزم ہتک حرمت شان اہل بیت باشند توجہ نہ نمایند و متمسک نباشند بدیں کہ سیادت قطعیہ نیست۔

فان عدم قطعية السيادة لا يستلزم قطعية عدم السيادة فرائحتها نكفى مصادرة فى موجبات الهتك على المحب اعاذنا الله منه فكيف حال الواد و قد طلب صلى الله عليه وسلم منا المودة فى قرابته قال العامرى۔

احب لحبها السوادة حتى احب لحبها لسواد الكلاب۔ و قال الشيخ الاكبر قدس سره الاطهر فى هذا المعنى احب لحبك الحبشان طرا واعشق لاسمك البدر المنيرا قيل كانت الكلاب السود تناولته و هو يتحبب اليها اعنى المجنون فهذا فعل المحب فى حب من لا يفيده محبته عند الله فهل هذا الا من صدق المحبة و ثبوت الود فى النفس و لو صحت محبتك لله و لرسوله صلى الله عليه وسلم و رايت كل ما يصدر منهم فى حقك مما لا يوافق طبعك و لا غرضك انه جمال تتنعم بوقوعه منهم فتعلم عند ذالك ان هذا عناية من الله الذى احببتم من اجله (الى ان قال) والله ما ذالك الا من نقص ايمانك و من مكر الله بك واستدراجه اياك من حيث لا تعلم و صورة المكران تقول و تعتقد انك فى ذالك تذب عن دين الله و شرعه والسلام خير الختام۔

العبد

الملتجی الی الله المدعو به مهر علی شاه عفی عنه

ترجمہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی محمد خان ساکن ملہوٹ نے مولوی عبدالحق ساکن ملہوٹ کے حسب حکم واجازت ایک سیدہ ہاشمیہ فاطمیہ سے نکاح کیا ہے اور کسی قریبی اور بعیدی ولی کی رضامندی اس پر نہیں کیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں۔

الجواب و ھوالموفق للصدق و الصواب۔

نکاح مذکور جائز نہیں اور جواز کا فتویٰ دینے والے نے فقط سیدہ مذکورہ کے ورثاء پر ظلم نہیں کیا بلکہ تمام اہل اسلام پر بھی ظلم کیا ہے کیونکہ حسب ارشاد الٰہی اور حدیث مذکورہ حضور علیہ السلام کے اہل قرابت سے محبت رکھنا تمام اہل اسلام اصول ایمان سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نکاح مذکورہ کی وجہ سے ہزار ہا دل اہل بیت کی ہتک حرمت سے رنجیدہ ہوں گے اور تمام متونِ فقہ اس قسم کے عدم جواز پر متفق ہیں کیونکہ یہ نکاح غیر کفو میں ہے جیسا کہ درمختار سے نقل ہوا۔ پس صورت مذکورہ میں یہ صحبت زنا ہوگی۔ لہٰذا اہل اسلام پر لازم ہے کہ سیدہ کو عجمی سے جدا کرائیں اور مفتی پر لازم ہے کہ آئندہ اس قسم کے فتووٴں سے اجتناب کرے جن میں ہتک حرمت اہل بیت کرام ہو اور یہ وجہ پیش نہیں کرنی چاہئے کہ سیدہ کا اولادِ رسول علیہ السلام سے ہونا یقینی نہیں کیونکہ اگر اس امر کا یقین نہیں تو یہ یقین کہاں سے حاصل ہو گیا کہ وہ غیر سیدہ ہے لہٰذا سیادت کی بو بھی محبت والے پر ہتک حرمت سے مستوجب سزا ہونے کے لئے کافی ہے۔ خدا کی پناہ چہ جائیکہ مدعی مودت ایسا کرے۔ قیس بن عامر کہتا ہے کہ میں لیلیٰ کی محبت میں سیاہ حبشیوں سے محبت کرتا ہوں حتیٰ کہ سیاہ کتوں سے بھی (اہل ادب کے لئے تھوڑی سی نسبت بھی کافی ہے خیال کرنا چاہئے) چنانچہ شیخ محی الدین اکبر رضی اللہ عنہ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سیاہ کتے مجنوں کو تکلیف پہنچاتے تھے مگر وہ ان سے محبت کرتا تھا کیونکہ اس کی معشوقہ لیلیٰ کے نام کو لیل یعنی رات سے مناسبت تھی جو سیاہ ہوتی ہے حالانکہ یہ محبت خدا کے نزدیک کچھ مفید نہیں۔ پس اہل بیت کرام کی محبت اور مودت جس کا امر ہمیں سرکار مدینہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہوا اور جو ہمیں خدا

ترجمہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی محمد خان ساکن ملہوٹ نے مولوی عبدالحق ساکن ملہوٹ کے حسب حکم واجازت ایک سیدہ ہاشمیہ فاطمیہ سے نکاح کیا ہے اور کسی قریبی اور بعیدی ولی کی رضامندی اس پر نہیں کیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں۔

الجواب و هو الموفق للصدق و الصواب۔

نکاح مذکور جائز نہیں اور جواز کا فتویٰ دینے والے نے فقط سیدہ مذکورہ کے ورثاء پر ظلم نہیں کیا بلکہ تمام اہل اسلام پر بھی ظلم کیا ہے کیونکہ حسب ارشاد الٰہی اور حدیث مذکورہ حضور ﷺ کے اہل قرابت سے محبت رکھنا تمام اہل اسلام اصول ایمان سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نکاح مذکورہ کی وجہ سے ہزار ہا دل اہل بیت کی ہتک حرمت سے رنجیدہ ہوں گے اور تمام متونِ فقہ اس قسم کے عدم جواز پر متفق ہیں کیونکہ یہ نکاح غیر کفو میں ہے جیسا کہ درمختار سے نقل ہوا۔ پس صورت مذکورہ میں یہ صحبت زنا ہوگی۔ لہٰذا اہل اسلام پر لازم ہے کہ سیدہ کو عجمی سے جدا کرائیں اور مفتی پر لازم ہے کہ آئندہ اس قسم کے فتوؤں سے اجتناب کرے جن میں ہتک حرمت اہل بیت کرام ہو اور یہ وجہ پیش نہیں کرنی چاہئے کہ سیدہ کا اولاد رسول ﷺ سے ہونا یقینی نہیں کیونکہ اگر اس امر کا یقین نہیں تو یہ یقین کہاں سے حاصل ہو گیا کہ وہ غیر سیدہ ہے لہٰذا سیادت کی بو بھی محبت والے پر ہتک حرمت سے مستوجب سزا ہونے کے لئے کافی ہے۔ خدا کی پناہ چہ جائیکہ مدعی مودت ایسا کرے۔ قیس بن عامر کہتا ہے کہ میں لیلیٰ کی محبت میں سیاہ حبشیوں سے محبت کرتا ہوں حتیٰ کہ سیاہ کتوں سے بھی (اہل ادب کے لئے تھوڑی سی نسبت بھی کافی ہے خیال کرنا چاہئے) چنانچہ شیخ محی الدین اکبر رضی اللہ عنہ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سیاہ کتے مجنوں کو تکلیف پہنچاتے تھے مگر وہ ان سے محبت کرتا تھا کیونکہ اس کی معشوقہ لیلیٰ کے نام کو لیل یعنی رات سے مناسبت تھی جو سیاہ ہوتی ہے حالانکہ یہ محبت خدا کے نزدیک کچھ مفید نہیں۔ پس اہل بیت کرام کی محبت اور مودت جس کا امر ہمیں سرکار مدینہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہوا اور جو ہمیں خدا

کے نزدیک مفید ہے۔ اس کی کم از کم اتنی رعایت تو لازم جتنی ایک مجازی محبت والا کرتا ہے۔
پس اگر تیری محبت اللہ تعالی اور اس کے پیارے رسول ﷺ سے سچی ہے تو ضرور حضور ﷺ کے اہل بیت کو دوست رکھے گا۔ اور ان سے جو امر تیری طبع کے خلاف واقع ہوگا اسے یہ سمجھتے ہوئے کہ تقدیر الٰہی ایسے ہی تھی۔ لہٰذا اہل بیت سے تکلیف پہنچنے میں لذت محسوس کرے گا اور اسے اللہ تعالی کی عنایت سمجھے گا جس کی وجہ سے تو نے اہل بیت سے محبت کی پھر حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اہل بیت کی حرمت کا خیال نہ کرنے میں مکر الٰہی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ تیرا خیال ہے کہ میں دین الٰہی کی حفاظت کر رہا ہوں۔

## ملفوظ حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ایک دفعہ حضور انور قدس سرہ بکوالہ تشریف لے گئے۔ وہاں راجہ محمد خان علاقہ دار و رئیس بکوالہ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر میاں محمد صاحب کھڑی والہ کی طرف سے سلام پیش کیا اور امتی مرد کے ایک سیدہ کے ساتھ نکاح کے متعلق ایک فتوئی جواز کا ذکر کیا جو موضع چکڑالی میں ایک ایسے واقعہ کے بعد بعض علماء نے دیا تھا اور خدشہ ظاہر کیا کہ ایسے فتاوی سے دنیا میں طوفان بے ادبی پیدا ہوگا، حضور نے سلام کا جوب دینے کے بعد فرمایا کہ ایسے بے ادب اور گستاخ ہمارے پاس آنے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔ جو لوگ عترت نبوت ﷺ سے بے ادبی کرتے ہیں وہ ازلی بدبخت ہیں۔ نہ وہ ہمارے پاس آتے ہیں اور نہ ہی ہم انہیں دیکھنا چاہتے ہیں، ہمارے مفتی صاحبان بھی عجیب ہیں۔ اگر کوئی لفظ عالم کو بصیغہ تصغیر عویلم پڑھ دے یا علماء کے جوتوں کی توہین کر دے تو ایسا کرنے پر تو وہ فوراً کفر کا فتوئی صادر کر دیتے ہیں۔ مگر سفینہ محمدی ﷺ کی بے حرمتی کرنے والے کو وہ کچھ نہیں کہتے۔ حالانکہ علماء کا شرف بوصف علم ہے جو ذاتی نہیں اور بغیر علم کے جس کی کوئی وقعت نہیں۔ اس کے برعکس اہل بیت نبی کا شرف ذاتی ہے جو آنحضرت ﷺ کی طرف انتساب کی وجہ سے انہیں موہوب ہوا۔

("ملفوظات مہریہ" تیسرا ایڈیشن مطبوعہ اپریل ۱۹۸۶ء)

# مفتیان گولڑہ شریف کے فتاویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سیدزادی سے نکاح کرنا اس شخص کے لئے جو سید نہیں جائز ہے؟ یا نہیں؟

**الجواب**

صحیح النسب اولاد خاتونِ جنت علی ابیہا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام سیدزادی کا عقد نکاح غیر سید خواہ کسے باشد بالاتفاق علمائے محققین نہ صرف ناجائز بلکہ خاندانِ سادات پر خصوصاً اور کافہ اہل اسلام پر عموماً جور وظلم ہے بمقتضاء آیہ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی۔ (الشوریٰ:23) .

اور بجوائے حدیث۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

جو کہ مودۃ اور حب قرابت نبوت کو اپنے آپ پر فرض اور اصول ایمان سے جانتے ہیں ان پر صاف ظاہر ہے کہ ایسے نکاح کی وجہ سے ہزاروں مسلمانوں کے دل بوجہ ہتک اہل بیت رنجیدہ اور شکستہ ہوں گے چنانچہ متون فقہ اس قسم کے عقد کے عدم جواز سے مملو اور بھرپور ہیں۔ بوجہ عدم الکفاۃ خاص کر اقوام ہند کے متعلق یہ فیصلہ قطعی ہے کیونکہ ان کے انساب ضائع ہو چکے ہیں۔

العجمی لا یکون کفوا للعربیۃ و لو کان عالما او سلطانا و هو الاصح در المختار و یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازه اصلا و هو المتخار للفتوی لفساد الزمان در المختار۔

پس درصورت بالاصحبت، صحبت زنا ہوگی لہٰذا جملہ اہل اسلام پر لازم ہے کہ سیدزادی کو

ایسے بد باطن اور دشمن اسلام خاندان نبویہ سے جدا کروا کے واپس دلائیں اور ایسے شخص سے جب تک وہ واپس نہ کرے دینی اور دنیاوی تعلقات قطع رکھیں اور اسے اپنا دینی دشمن سمجھیں۔ نیز ایسے شخص کے خویش واقارب پر خاص کر شرعاً لازم ہے کہ وہ بوجہ غیرت دینی سید زادی کو اس سے واپس دلانے میں پوری پوری کوشش کریں اور جب تک واپس نہ کرے اس سے دینی و دنیاوی تعلقات منقطع رکھیں۔

والسلام

غلام محمد مقیم آستانہ عالیہ

گولڑہ شریف بحکم حضرت قبلہ سجادہ نشین صاحب دربار عالیہ غوثیہ

بقلم خود محمد بخش عفی اللہ عنہ گولڑہ شریف ۴۸-۶-۳۰

بخدمت عالی جناب حضرت خواجہ پیر غلام محی الدین صاحب

السلام علیکم

مزاج شریف!

برادرم سید محمد سلیمان شاہ صاحب چنیوٹ کے ایماء پر تکلیف دے رہا ہوں معاف فرمائیں گے۔ ادارہ اخبار السید عنقریب کتابی شکل میں ایک ضمیمہ نمبر بعنوان ''کیا سیدہ بنی فاطمہ کا نکاح غیر سید سے جائز ہے'' شائع کر رہا ہے۔ یہ مسئلہ چونکہ سادات بنو فاطمہ کی انفرادیت اور ہمارے اسلاف صالحین کی عزت پر اثر انداز ہوتا ہے لہٰذا خیال ہے کہ اس مسئلہ کے عدم جواز پر بہترین علماء کے ذریعے قاطع دلائل کے ساتھ ایک ایسی کتاب شائع کر دی جائے جو کم تعلیم یافتہ سادات کو بوقت ضرورت تمام شرعی مسئلوں سے آگاہ کر دے اس نمبر کے تین حصے ہوں گے۔

(۱) فتاویٰ اہل سنت علماء (۲) دلائل شرعی بصورت جامع مضامین بدست اہل قلم (۳) سجادہ نشینان پنجاب کی کہ آیا ان کے بزرگان شجرہ کی روایت کی روشنی میں کہ آیا ایسا نکاح جائز ہے یا نہیں۔

اندریں حالات میں چند سطور جو اس خط کے ساتھ لف ہیں اس لئے ارسال کر رہا ہوں تا کہ آن جناب ان پر اپنے دستخط فرما دیں۔ یا اگر مزید وضاحت فرمانا چاہیں تو مفصل اپنی قلم سے عدم جواز نکاح سیدہ کے بارے میں تحریر فرما کر اس نیاز مند کو ارسال فرمائیں اور اس خاندانی مسئلہ کے تحفظ میں اس نیاز مند کی امداد فرمائیں۔ علماء سوء کا ایک کثیر طبقہ جو شیعہ سنی دونوں فرقوں میں پایا جاتا ہے وہ جواز کا حامی ہے۔ یہ چیز سادات بنو فاطمہ کو قابل قبول نہیں اور اس کے خلاف جہاد کی ضرورت ہے۔ آیئے اپنے اسلاف صالحین کے نام پر ان کی عزت و عظمت اور ناموس کے لئے میری امداد فرمایئے اور عنداللہ ماجور ہوں۔ یہی مضمون

میں تمام گدی نشین حضرات کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔

والسلام

نیاز کیش خادم سادات سعادت علی شاہ

گیلانی ہجروی ایڈیٹر

ہم سے دریافت کیا گیا ہے کہ سیدہ بنی فاطمہ کا نکاح غیر سید سے جائز ہے۔ شرعی مسئلہ تو علماء کرام ہی بتائیں گے ہم اندریں بارہ عمل اولیاء کرام بیان کر سکتے ہیں۔ ہمارے بزرگانِ شجرہ نے ادب اولاد جناب فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ملحوظ رکھا ہے اور ایسے نکاح کا کبھی خیال تک بھی نہیں کیا اور نہ اسے کبھی روا رکھا ہے۔ نسبت جناب سیدۃ النساء کوئی معمولی نسبت نہیں ہے کہ ان کے شرف کو گھٹایا جائے۔ اس لئے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے سیدہ و اولاد جناب سیدہ کو ہمارا سردار قرار دیا ہے۔ والسلام سجادہ نشین۔

الجواب ھو الموفق للصدق و الصواب

سیدہ فاطمہ کا کفو غیر فاطمی نہیں ہو سکتا اور ہر وہ جزئی جو اس کے خلاف فقہ حنفی سے ملے گی حسب قاعدہ کلیہ فقہاء احناف رحمہم اللہ لازم المذہب لیس بمذہب مذہبی حیثیت نہیں رکھتی۔

ھذا والعلم العام عند اللہ العلام۔

عبدہ العاصی محب النبی نزیل آستانہ عالیہ غوثیہ

گولڑہ شریف ۵۵۔۳۔۱۹

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جس کا خاندان تو مجہول الکیف ہے لیکن یہ امر مسلم ہے کہ زید امتی ہے سید نہیں ہے۔

عمرو کی لڑکی جو کہ قوم کے اعتبار سے سید ہیں بلکہ عمرو کے متعلق یہاں تک مشہور ہے کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں سے ہیں۔

کیا از روئے شرع شریف زید کا نکاح عمرو کی لڑکی کے ساتھ درست ہے یا نہیں۔ اگر درست ہے تو کیا اس سے بے ادبی لازم نہیں آتی اگر بے ادبی لازم آئے تو زید کی اقتداء میں ان لوگوں کی نماز ادا کرنا درست ہے جن کے دلوں میں حضور ﷺ اور ان کے اہل بیت کرام کا احترام اور عظمت موجود ہے۔ کیا زید کی امامت درست ہے اور جو لوگ نکاح کے اندر موجود تھے کیا وہ بے ادبی کے مرتکب نہیں، برائے مہربانی مسئلہ کی وضاحت فرما کر مشکور فرمادیں۔ سائل حیدر زمانی ایم بی پرائمری سکول گوجر خان

۲۶-۳-۵۸

## الجواب

صورت مسئولہ میں زید کا نکاح عمرو کی لڑکی کے ساتھ ناجائز ہے اور مستلزم ہے بے ادبی کو اور حرمت خاندان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور دل شکنی اور ظلم ہے تمام اہل اسلام پر کیونکہ محبت اور مودت نبی علیہ السلام کا اور اہل بیت کا چونکہ مامور بہ ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ (الشوریٰ:23)

اور نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

بنابریں محبت کا تقاضا ہے کہ اپنے محبوب کو تمام مافی الدنیا سے اعلیٰ اور بڑھ کر سمجھنا اور نکاح کا تقاضا ہے کہ منکوحہ کو ناکح کا مملوکہ اور خادمہ ار مستفرشہ بنانا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ و للرجال علیھن درجۃ۔

کیا دونوں چیزوں کے تقاضوں میں اختلاف نہیں اور ترکِ محبت اور بے ادبی اور ہتک حرمت نہیں ہے اور مومنین محبین کے دلوں کو ایذا پہنچانا نہیں ہے۔ علاوہ ازیں بے ادبی ترکِ ادب وغیرہ یہ نکاح شرعاً ناجائز ہے کیونکہ عجمی مطلق عربیہ کا کفو نہیں بن سکتا چہ جائیکہ علویہ کا وجہ اس کی یہ ہے کہ عجمی کی نسبت عربی کو ایسا ہے جیسا کہ عبد کا مولی کی طرف اور مملوک کا مالک کی طرف اور عبد کا مملوک کا نکاح اپنے مالک کے ناجائز ہے اور نہیں ہو سکتا ہے تو عجمی کا عربیہ کے ساتھ بھی نہیں ہو سکتا جیسا کہ درمختار میں ہے۔

العجمی لا یکون کفوا للعربیۃ و لو کان العجمی عالما او سلطانا و ھو الاصح الخ۔

اور نیز درمختار میں ہے۔

و یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا و ھو المختار للفتوی لفساد الزمان الخ و فی الھندیۃ و الاصح انہ ای العالم لا یکون کفو للعلویۃ الخ و فی العینی ثم اعلم ان اعتبار الکفایۃ انما ھو من جانبھا لان الشریفۃ تابی ان تکون فراشا للخسیس الخ۔

اور زید امامت کا اہل نہیں ہے نہ اس کے پیچھے اقتداء کرنا جائز ہے کیونکہ وہ مرتکب حرام علی الدوام ہے اور مرتکب حرام امامت کا اہل نہیں رہ سکتا جیسا کہ کبیری میں ہے۔

ویکرہ للامام ان یوم قوما و ھم لہ کارھون و یکن بشرطہ ان یکون کراھتھم لوجہ شرعی یکون بسببہ الخ۔

اور اس سے بڑھ کر وجہ شرعی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہمیشہ فعل حرام میں حلال سمجھ کر مبتلا رہنا بلکہ واجب العزل ہے اور جو لوگ کہ باوجود علم اس نکاح کے مجلس میں شریک ہوئے ہیں تو وہ

بھی یقیناً مرتکب حرام اور بے ادبوں میں شمار نہیں بلکہ استحلال المعصیۃ کا اور معمولی اور ہلکا سمجھنا معصیۃ کا کفر ہے جیسا کہ شرح عقائد میں ہے۔

واستحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة والاستهانة بها كفر الخ هكذا فى الكتب۔

محمد محمود شاہ کان اللہ لہ از دربار عالیہ غوثیہ
گولڑہ شریف ۵۸۔ ۳۔ ۲۹

## حامداً ومصلیاً

اقول و باللہ التوفیق مسئلہ کفو اور اس کے بارے میں پیدا ہونے والے مختلف سوالات کے متعلق عرصہ دراز سے ہر مکتب فکر کے اہل علم حضرات اپنے خیالات کا اظہار کرتے آئے ہیں جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ حدیث وفقہ میں بھی کفو شرعی کے مسائل تفصیلا مذکور ہیں۔

دربار عالیہ گولڑہ شریف میں اس ناچیز کے پاس تقریباً تیس سالہ طویل قیام کے دوران بارہا اس مسئلہ کے متعلق ایسے سوالات آتے رہے جن کے جواب کی نقول ابھی تک محفوظ ہیں اور جو کتاب وسنت اور اکابر اہلسنت وحضرت مجدد ملت سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف وتعلیمات کی روشنی میں لکھے گئے ہیں اور جنہیں حضرت قبلہ مجدد ملت کے فرزند ارجمند وخلف رشید حضرت سید غلام محی الدین المعروف بابو جی نور اللہ مرقدہ نے سن کر اظہار پسندیدگی فرمایا بلکہ ایک موقع پر اس قسم کے ایک جواب کو سن کر فرمایا'' کیا ہی اچھا ہوتا کہ ایک عام سوال و جواب کی صورت ہو جاتی کیونکہ یہ جزوی واقعات کے فتاویٰ ہیں عام نہ ہونے کی وجہ سے ہر ضرورت مند کا ان سے استفادہ ممکن نہیں'' حسن اتفاق سے حضرت کے وصال کے کافی عرصہ بعد حال ہی میں آپ کے فرزندان گرامی حضرت سید غلام معین الدین شاہ مدظلہ العالی وحضرت سید شاہ عبد الحق صاحب مدظلہ العالی نے پھر اسی امر کا تقاضا کیا۔ گو بہتر (۷۲) سال کی عمر ہونے کے علاوہ دیگر جسمانی عوارض اور ضروری عوارض اور ضروری علمی مصروفیات راقم کے لئے زیادہ دماغی کام سے مانع ہیں مگر

حضرات کے حسب ارشاد انہی سابقہ جوابات کی روشنی میں کچھ لکھنا پڑا جو ہدیہ قارئین ہے۔

وما توفیقی الا باللہ

نیازمند اہل اللہ

فیض احمد عفی عنہ، یکم محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

بحضور جناب حضور قبلہ عالم پیر صاحب دام ظلکم

السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عرض آنکہ مورخہ ۲ جون ۱۹۶۱ء کو میں نے ایک شادی مسماۃ زلیخہ بی بی سید زادی سے کی تھی۔ عقد ایبٹ آباد میں کرایا تھا چند افراد شامل تھے۔ عقد کے بعد حضور کی خدمت اقدس میں بھی دو تین دفعہ فدوی حاضر ہوا اور حضور سے دعا کرائی میرے گھر میں اور گاؤں میں کسی کو پتہ اور خبر نہ تھی۔ اب عید کے دن میری شادی کا سب کو علم ہوگیا ہے۔ بی بی زلیخا اپنے گھر میں ہی رہتی تھی اب میرے والد صاحب اور بڑے بھائی سخت مجھ پر ناراض ہیں اور گاؤں کے لوگ اور باقی اطراف گاؤں سب مخالف ہیں کہ یہ عقد ناجائز ہوا ہے۔ اب انہوں نے شرعی فیصلہ طلب کیا ہے اور مجھ کو کہتے ہیں کہ تم بی بی زلیخا کو طلاق دے دو اب اس کے پیٹ میں پانچ ماہ کا بچہ بھی ہے اب میرے لئے کیا حکم ہے کہ طلاق دے دوں یا عقد میں رکھوں جواب واپسی ڈاک سے سرفراز فرمائیں۔ والسلام

سگ دربار عبدالقیوم سکنہ مالسہ ۶۳-۳-۲

الجواب

واضح ہوا کہ نکاح میں کفو کا اعتبار لازم ہے جیسا کہ تمام کتب معتبرہ میں مرقوم ہے۔

ہدایہ جلد دوم ص ۲۵ میں ہے۔

الکفاءۃ معتبرۃ فی النکاح قال علیہ السلام الا لا یزوج النساء الا الاولیاء و لا یزوج الا من الکفاءۃ۔

درمختار باب الاولیاء والاکفاء میں ہے۔

فقریش اکفاء لبعض والعجمی لا یکون کفوء للعربیۃ و لو کان العجمی عالما او سلطانا و ھو الاصح۔

عالمگیری جلد دوم میں ہے۔

والاصح انہ لا یکون کفوا للعلویۃ۔

ان عبارات سے واضح ہوا کہ قرشیہ علویہ جن کی اصل عرب سے ہے ہر کوئی عجمی ان کی کفو نہیں ہوسکتا۔ خواہ وہ عجمی عالم اور بادشاہ بھی ہو اور سادات فاطمیہ کی شان تو اس سے بھی ارفع ہے کیونکہ حسب تصریحات علمائے امت اور از روئے احادیث صحیحہ جناب حسنین کریمین علیہما السلام کی اولاد بلاشک حضور علیہ السلام کی اولاد ہے حتی کہ فاطمیہ سیدہ کے لئے کوئی بھی غیر فاطمی قریشی اس شرف میں شریک نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے بھی ہو۔ کشف الغمہ جلد دوم میں امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں۔

و ان الہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یکافیھم فی النکاح احد من الخلق۔

اسی طرح علامہ ابن حجر مکی مصری صواعق محرقہ ص ۹۵ میں فرماتے ہیں۔

فلا یکافی شریفۃ ھاشمی غیر شریف۔

یعنی شریفہ سیدہ فاطمیہ کی کفو کوئی شخص نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ ہاشمی قریشی بھی ہو، اب رہا غیر کفو میں نکاح کا مسئلہ اس کے متعلق فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے۔

و یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا و ھو المختار للفتوی۔

یعنی فتویٰ اسی پر ہے کہ غیر کفو میں عورت کا نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ لہٰذا جیسا کہ سائل کی کلام سے معلوم ہوتا ہے یہ نکاح خفیہ طور پر سادات کرام اور اہل اسلام کی اطلاع کے بغیر کیا گیا۔ جس کے عدم جواز میں شک نہیں مرد پر لازم ہے کہ عورت مذکورہ سیدہ کو اپنے سے علیحدہ کر کے اعلانیہ اس جرم عظیم سے توبہ کرے۔

ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

کتبہ فیض احمد مقیم آستانہ عالیہ گولڑہ شریف

جی اے حق محمد، اسلام آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# سیدہ کے ساتھ غیر سید کا نکاح (شرعی حکم)

روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی کی ۲۳ نومبر کی اشاعت میں محترم ساجد الرحمٰن صاحب کا ایک مضمون شائع کیا گیا ہے جس میں دربار عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف کے بارے میں ایک فقہی شرعی مسئلہ کی بنا پر منفی تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، میں اس سلسلے میں چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جناب ساجد الرحمٰن صاحب اگر ایک فقہی مسئلے پر اپنی آراء کا اظہار کرنا چاہتے تھے تو انہیں اس مسئلے کو اپنے مضمون کا عنوان بنانا چاہیے تھا۔ دربار عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف کو عنوان بنانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں دربار عالیہ سے کوئی مخاصمت ہے یا وہ مخاصمت چاہتے ہیں یقیناً یہ بات کسی طرح سے قابل تحسین نہیں ہے۔

دوسری بات نفس مسئلہ کی ہے کہ ایک سیدہ کا اس کی نسبی قرابت، وقار و عظمت اور اس کے ادب و احترام کے شرعی، قرآن و سنت پر مبنی احکام و تعلیمات کی بنا پر غیر سید کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ اس معاملہ میں صاحب مضمون نے جو نکتہ تسلیم کیا ہے میں پہلے اس کو بنیاد بناتا ہوں۔

وہ نکتہ یہ ہے کہ کسی خاتون کا نکاح ایسے مرد کے ساتھ ہو جو اس کا کفو نہ ہو اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ خاتون خود اور اس کے تمام اولیاء یعنی برادری کے سارے بزرگ اور جوان راضی نہ ہوں۔ چونکہ حضرت نبی اکرم ﷺ اور آپ کی دونوں شاہزادیاں راضی تھیں اس لئے ان دونوں کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا۔ بالکل اسی طرح خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء کا نکاح حضرت سیدنا علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ احادیث نبویہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ رضا مندی اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ہوئی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے جب اپنی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہرا سے عقد نکاح کی رضا لینی چاہی تو اولین طور پر ان کی طرف سے عدم رضا کا اظہار ہوا اور بعض حدیثوں میں اس کی وجہ یہ بھی مذکور ہے مگر جب حضور ختم المرسلین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عقد نکاح کا حکم فرمایا ہے تو سیدہ فاطمہ نے یہ کہہ کر اپنی رضا مندی کا اظہار کیا کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا پر راضی ہوں۔ یعنی نبی اکرم ﷺ حسب فرمان الٰہی اپنا حق کفایت ساقط فرما چکے تھے اور جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کا حکم معلوم ہوا تو انہوں نے بھی حق کفاءت سے سقوط اختیار کیا اور یہی معاملہ ان دونوں شاہزادیوں کا تھا جن کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ حدیث میں واضح طور پر آیا ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنی سب بیٹیوں کے نکاح اللہ کے حکم پر کئے ہیں، اس ضمن میں چند احادیث اور ان کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدیث ۱: اخرج الخطیب عن ابن عباس رضی اللہ عنهم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ اوحی الی ان ازوج کریمتی یعنی رقیۃ و ام کلثوم عن عثمان۔

حدیث ۲: اخرج الطبرانی عن ام عیاش ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما زوجت عثمان بام کلثوم الا بوحی من السماء۔

حدیث ۳: اخرج ابن ماجہ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعثمان یا عثمان ھذا جبریل یخبرنی ان اللہ قد زوجک ام کلثوم بمثل صداق رقیۃ و علی مثل صحبتھا۔

حدیث ۴: اخرج الطبرانی عن عصمۃ بن مالک قال لما ماتت بنت رسول

الله صلى الله عليه وسلم تحت عثمان قال رسول الله صلى الله عليه وسلم زوجوا عثمان لو كان لي ثالثة لزوجته و ما زوجته الا بوحي من السماء (انتهى الصواعق المحرقة)

ترجمہ حدیث ۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے خطیب روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے بذریعہ وحی فرمایا ہے کہ میں اپنی دو صاحبزادیوں کو یعنی حضرت رقیہ وام کلثوم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیاہ دوں۔

ترجمہ حدیث ۲: ام عیاش سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے کہا کہ میں نے ام کلثوم سے حضرت عثمان کا بیاہ آسمانی وحی کے تحت ہی کیا ہے۔

ترجمہ حدیث ۳: ابوہریرہ سے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عثمان کو فرمایا عثمان! جبریل علیہ السلام مجھے بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ام کلثوم رقیہ کے مہر کے مطابق مہر پر اور اس جیسی صحبت رکھنے پر بیاہ دی ہے۔

ترجمہ حدیث ۴: عصمہ بن مالک سے طبرانی نے روایت کی ہے کہ جب حضور ﷺ کی وہ صاحبزادی جو عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر تھیں فوت ہوئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو بیاہو، اگر میری تیسری دختر فارغ ہوتی تو وہ بھی میں انہیں بیاہ دیتا اور میں نے اپنی دختران کے ان سے جو بیاہ کئے ہیں وہ آسمانی وحی کے تحت کئے ہیں۔

کسی وجہ سے کوئی شخص اپنا شرعی حق ساقط کر دے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آئندہ اس جیسے شخص کو اس طرح کا شرعی حق حاصل نہ ہوگا مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم کے مطابق اپنی زوجہ محترمہ اور اپنے شیر خوار بچے کو وادی مکہ میں چھوڑا اور جب سیدہ بی بی ہاجرہ کو معلوم ہوا کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے تو وہ اس پر راضی ہو گئیں حالانکہ انہیں یہ حق حاصل تھا کہ وہ خاوند سے اپنا اور اپنے بچے کا نان نفقہ طلب کریں مگر انہوں نے اپنا حق ساقط کر دیا تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اب دنیا میں کسی بیوی کو نان ونفقہ حاصل نہیں رہا۔

اسی طرح ایک خاتون بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر شکایت کرنے لگیں کہ اس کے والد

نے اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر دیا ہے تو حضور ﷺ نے اس کے باپ کو بلا کر نکاح فسخ کرنے کے لئے فرمایا مگر وہ خاتون بول اٹھیں کہ یارسول اللہ ﷺ میں اپنے والد کی عزت کی خاطر یہ نکاح قبول کرتی ہوں، میرا مقصد یہ تھا کہ آئندہ کے لئے لوگوں کو پتہ چل جائے کہ ہر خاتون کو نکاح کے معاملے میں ہاں یا نہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ یہاں بھی وہی بات ہے کہ اس خاتون نے ناپسند کرنے کے باوجود محض والد کی عزت کی خاطر اپنی رضا کا حق ساقط کر دیا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آئندہ کسی خاتون کو یہ حق ہی حاصل نہ ہوگا۔

اس مسئلہ پر میرے والد گرامی مفتی بہاولپور حضرت علامہ حافظ محمد عبدالحی چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (یاد رہے کہ وہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ الفقہ رہے) نے مفصل بحث کی ہے ان کا تحقیقی علمی مقالہ ایک سے زائد بار شائع ہو چکا ہے۔ انہوں نے عظیم فقہاء کے حوالے سے جو کچھ تحریر کیا اس میں سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔

قال ابو يوسف لا يسقط اى حق الباقين دفعا للضرر عنهم فرضاء البعض لا يكون كافيا (مستخلص) لان هذه الولاية تثبت حقا له صيانة للقرابة عن نسبته غير الكفو اليها (هدايه) و فى الدر و انما يطلب بقذف الميت من يقع القدح فى نسبه بسبب قذفه و هم الاصول و الفروع و ان علوا او سفلوا و لو كان الطالب محجوبا او محروما من الارث بقتل اورق او كفرا و ولد بن و لو مع وجود الاقرب او عفوه او تصديقه لحقوقهم بسبب الجزيئة ( و فى مقام آخر) و قال ابو يوسف لا يكون رضا البعض كالكل كما اذا اسقط احد الدائنين حقه من المشترك (بحر) وجه قولهم ان طلب الكفائة حق جميع الاولياء فاذا رضى منهم و احد فقد اسقط حقه دون غيره كالدين المشترك اذا ابرا احدهم او ارتهن [illegible]

او سلم احد الشفيعين او عفى احد الولين عن القصاص يصح فى حق نفسه دون غيره و كذلك لو قذف ام جماعة و صدقه احدهم كان للباقين حق المطالبة بالحد و الدليل عليه انها لو زوجت نفسها من غير كفو كان للاولياء ان يفرقوا و لم يكن رضاها بعدم الكفائة مبطلا حق الاولياء فكذلك هنا (انتهى مبسوط سرخسی)

ترجمہ: امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ باقی اولیاء کا حق ساقط نہ ہوگا تا کہ ان سے ضرر دور ہو سکے اس لئے بعض کا راضی ہونا کافی نہیں اس لئے کہ یہ ولایت اس کا حق ثابت کرتی ہے تا کہ غیر کفو کی اس کی طرف نسبت نہ ہو۔ درمختار میں ہے کہ مردہ پر تہمت لگانے سے حد کا مطالبہ ہر وہ آدمی کر سکتا ہے۔ جس کی نسب میں اس تہمت سے عیب لگتا ہو اور وہ اصول ہیں جس قدر اوپر چلے جائیں اور فروع میں جس قدر نیچے چلے آئیں یہ دعویدار وراثت کا حصہ کسی دوسرے کے باعث کم پا رہا ہو یا محروم ہی ہو گیا ہو اور یہ محرومی چاہے قتل کرنے کے سبب سے ہو یا غلام ہونے کے سبب سے یا بے دین ہونے کے سبب سے یا وہ لڑکی کی اولاد میں سے ہو چاہے زیادہ قریبی اور وہ موجود ہو یا اس نے معاف کر دیا ہو یا اس نے تہمت لگانے والے کو سچا مان لیا ہو کیونکہ ایک دوسرے میں سے ہونے کے سبب یہ عار ان کو بھی لاحق ہوتا ہے بعض کا راضی ہو جانا تمام کے راضی ہو جانے کی طرح نہیں یہ ایسا ہے جیسے دو قرض خواہوں میں سے ایک کا اپنا حصہ چھوڑ دینا، کفو کے مطالبہ کا حق تمام کا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے جب کوئی راضی ہو تو اس نے اپنا حق چھوڑ دیا نہ دوسروں کا یہ مشترکہ قرضہ کی مانند ہے جب ایک قرض خواہ معاف کر دے یا یوں ہے کہ جیسے دو آدمیوں نے ایک چیز کسی کے پاس رہن رکھی پھر ایک نے اپنا حصہ واپس لے لیا جیسا کہ دو شفعہ داروں میں سے ایک نے شفعہ چھوڑ دیا۔ یا یوں کہ دو ولیوں میں سے ایک نے قصاص معاف کر دیا یہ اس کے اپنے حق میں درست ہوگا نہ کہ دوسرے کے حق میں اسی طرح ہے اگر

کسی نے چند لوگوں کی ماں کو تہمت لگائی اور ان میں سے کسی نے اس کو سچا قرار دے دیا تو دوسروں کو حد کے مطالبے کا بدستور حق حاصل ہوگا اور اس کی دلیل یہ ہے اگر کسی عورت نے خود اپنا نکاح غیر کفو میں کر دیا تو اولیاء کو حق ہے کہ عورت کو اس کے خاوند سے واپس لے لیں اور عورت کا غیر کفو پر خوش ہو جانا اولیاء کے حق کو باطل نہیں کرتا یہی حکم یہاں بھی ہے۔

فقہاء کی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ حق کفاءت حق عین ہے حق کفایہ نہیں ہے۔ دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں ہر نماز اپنی اپنی جگہ فرض عین ہے مگر نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے اگر چند لوگ نمازِ جنازہ ادا کرلیں تو ساری امت پر سے یہ حق ساقط ہو جاتا ہے مگر دیگر نمازیں اس طرح نہیں ہیں بلکہ ہر نماز فرض عین ہے اور ہر شخص پر فرداً فرداً عائد ہوتی ہے، لہٰذا جب تک ہر شخص انفرادی طور پر نماز ادا نہ کرے اس کے سر سے اس کا حق ساقط نہیں ہوتا اسی طرح حق کفاءۃ حق کفایہ نہیں ہے کہ اگر برادری کے بعض لوگوں نے قبول کرلیا تو بقیہ افراد کا حق ساقط ہو جائے بلکہ یہ حق عین ہے یعنی ہر فرد کا ذاتی اور انفرادی حق ہے جب تک تمام افراد ایک ایک کر کے راضی نہ ہو جائیں یہ حق ساقط نہ ہوگا۔

جہاں تک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ کے نکاح کا معاملہ ہے تو اس سلسلے میں بھی سلف صالحین نے یہی وضاحت کی ہے کہ اس وقت موجود تمام اولیاء راضی تھے جیسا کہ امام ابن حجر مکی نے صراحت کر دی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا پیغام ملا تو انہوں نے اپنے صاحبزادگان یعنی حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اور دیگر حق کفاءت رکھنے والے رشتہ داروں سے رضامندی حاصل کر کے یہ نکاح کر دیا۔ ان تمام حالات و واقعات سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ غیر کفو میں نکاح کرنے کے لئے سیدہ کے تمام اولیاء یعنی سبھی رشتہ داروں کا راضی ہونا ضروری ہے اور یہ بات فاضل مضمون نگار کو بھی تسلیم ہے تو مندرجہ ذیل نکات کو سامنے رکھنا ہوگا۔

ا۔ سادات کرام، اہل بیت رسول اللہ ﷺ کا نسب محفوظ ہے اور اس کی حفاظت کے

لئے ہر دور میں تمام تر ضروری اقدامات کئے جاتے رہے ہیں، خواہ سادات کی خاندانی نسبی شاخیں پھیلتی چلی گئیں اور گیلانی بخاری وغیرہ کے لاحقے استعمال ہونے لگے مگر ہر گھر میں باقاعدہ شجرہ نسب ہے اور اس کو قائم رکھنے اور آگے بڑھانے میں کبھی کسی کوتاہی کو دخل انداز نہیں ہونے دیا گیا۔

۲۔ اللہ جل شانہ کے فرمان: اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ کے حوالے سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آلِ رسول ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ساری روئے زمین پر پھیلا دیا اور انہیں کثرت سے سرفراز فرمایا۔

۳۔ کسی سیدہ خاتون کا نکاح کسی غیر سید کے ساتھ کرنے کے لئے تمام برادری یعنی سادات آلِ رسول اللہ ﷺ کا راضی ہونا ضروری ہے۔

مندرجہ بالا نکات سمجھ لینے کے بعد مسئلہ اپنی پیچیدگیوں سے نکل کر عام فہم ہو جاتا ہے کہ چونکہ روئے زمین پر بسنے والے تمام سادات کرام کی رضامندی حاصل کرنا ممکن نہیں لہٰذا اسلف صالحین نے یہی فتویٰ دیا کہ سیدہ خاتون کے ساتھ غیر سید کا نکاح جائز نہیں ہے۔

اگر یہ موقف اختیار کیا جائے کہ بعض قریبی اولیاء کی رضامندی سے نکاح کرنے کو جائز رکھا جائے تو بھی یہ اشتباہ رہے گا کہ اگر فی الحقیقت امام ابو یوسف کا موقف ہی جو زیادہ مدلل نظر آتا ہے صحیح ہو کہ نکاح کے لئے تمام اولیاء کا راضی ہونا شرط ہے تو نکاح مشکوک رہے گا اور عام افراد کے مابین نکاح کا مشکوک ہونا شر و فساد سے خالی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ایسا نکاح کہ جس پر محض دنیوی معاملات کا انحصار نہیں بلکہ حضرت رسول خدا ﷺ کے ساتھ محبت اور انتہائے ادب اور آپ کی اولاد پاک کے ساتھ عقیدت اور غیر مشروط ادب کے قرآنی احکام اور احادیث نبویہ کی تعلیمات کے پیش نظر ایمان کے ضائع ہونے، اعمال کے ضبط ہونے اور آخرت کے برباد ہونے کا شدید خطرہ لاحق ہو تو از روئے شریعت، از روئے اخلاق اور از روئے ایمان یہی لازم ہوگا کہ زیادہ احتیاط والا موقف تسلیم کیا جائے اور اسی پر فتویٰ جاری کیا جائے یہی وجہ ہے دربار عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف کی طرف سے بار بار یہی

وضاحت کی جا رہی ہے کہ سلف صالحین نے کئی شرعی ضرورتوں اور حکمتوں کے بہ موجب سیدہ خاتون کا نکاح غیر سید کے ساتھ ناجائز قرار دیا ہے اور فتویٰ اس پر ہے۔ اس مقام پر علماء نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت کی بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بطورِ خصوصی اپنے حبیب پاک ﷺ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنی شاہزادیوں کے نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیں۔ اس تخصیص کی وجہ بھی نظر آتی ہے کہ اس زمانہ میں معاشرتی ضرورت اس تخصیص کی متقاضی تھی جس طرح آدم علیہ السلام کے عہد میں معاشرتی ضرورت کے پیش نظر اس امر کو جائز رکھا گیا کہ بھائی اور بہن کے مابین رشتہ ازدواج قائم کر دیا جائے کیونکہ اس کے بغیر چارہ نہ تھا مگر بعد میں جب نسل انسانی کو فروغ ملا اور وہ معاشرتی ضرورت باقی نہ رہی تو شرعی حکم بدل دیا گیا اور پہلا حکم صرف حضرت آدم علیہ السلام کی تخصیص بن کر رہ گیا اب اس کو کسی صورت میں دلیل نہیں بنایا جا سکتا ایسی ہی صورت حال آغاز اسلام کے مبارک زمانے میں بھی تھی اس لئے اس کو اس زمانے کی تخصیص کہا جائے تو وجہ جواز نظر آتی ہے اب جبکہ وہ معاشرتی ضرورت نہیں رہی آل رسول ﷺ کو رب تعالیٰ نے بڑا فروغ عطا فرمایا ہے اس لئے اب کسی سیدہ فاطمیہ کا نکاح غیر سید کے ساتھ جائز نہ ہوگا۔

دربارِ عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف کا مسلک اور فتویٰ وہی ہے جو مجدد دین و ملت محی سنت قاطع بدعت فخر سیادت اعلیٰ مرتبت حضرت الشیخ سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک اور فتویٰ ہے اور کسی بھی فرد کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ آپ کے مسلک و فتویٰ سے رو گردانی کرتے ہوئے کوئی بات کہے اور اپنی بات کو دربارِ عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف کی طرف منسوب کرے۔ آپ کی اپنی تحریرات مکمل طور پر محفوظ ہیں اہل حق کے لئے لازماً موجب ہدایت ہیں آپ نے جو تحریر فرمایا ہے اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

**نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و آلہ وصحبہ و اما بعد**

سادات عظام اور علماء کرام کا محبت کرنے والا اللہ جل شانہ کے حضور التجا کرنے والا مہر علی شاہ عفی عنہ کہلانے والا کہتا ہے کہ آج بتاریخ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ کو سید مہر محمد شاہ صاحب سجاول شاہ صاحب نے اس بے ہیچ سے درج ذیل مسئلہ کے بارے میں فتویٰ طلب کیا ہے اور اس بارے میں متعدد علماء کرام کی تحریرات ملاحظہ کرائی ہیں اس لئے میں نے جواب دیا اور اللہ پر بھروسہ ہے وما ابرا نفسی۔

## استفتاء

علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مسمی محمد خان ساکن ملوٹ از قوم ڈھونڈ نے مولوی عبد الحق ساکن ملهوٹ کی اجازت اور حکم سے ایک سیدہ فاطمیہ ہاشمیہ کے ساتھ عقد نکاح کرلیا ہے جبکہ اس خاتون کے کسی بھی ولی قریبی یا بعیدی کی رضا حاصل نہیں کی گئی کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب و هو الملهم للصدق و الصواب

نکاح مذکورہ جائز نہیں اور اس کے جواز کا فتویٰ دینے والے نے نہ صرف اس سیدہ خاتون کے اولیاء (ولاۃ) پر ظلم کیا ہے بلکہ تمام اہل اسلام پر بے حد و بے عدد ظلم کیا ہے کیونکہ آیت قرآنی قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى..... (الشوریٰ:23) کے تقاضے کے مطابق اور حدیث "لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔"

کے بموجب سارے مسلمان قرابت نبویہ کی محبت اور مودت کو خود پر فرض اور اصول ایمان میں سے شمار کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ غیر کفو میں سیدہ ہاشمیہ فاطمیہ کا نکاح اسی مذکورہ محبت و مودۃ کی بناء پر حرمت اہل بیت کی ہتک کرنے کی وجہ سے ہزار ہا دل رنجیدہ و شکستہ ہوں گے۔ کتب فقہ کی متون عدم کفات کی وجہ سے اس جیسے عقد کے عدم جواز پر بھری پڑی ہیں۔

العجمی لا یکون کفوا للعربیۃ و لو کان العجمی عالما او سلطانا و هو الاصح در المختار۔

(کوئی عجمی کسی عربی خاتون کا کفو نہیں ہو سکتا چاہے وہ عجمی عالم یا سلطان ہو اور یہی سب سے زیادہ صحیح ہے۔ درمختار)

و یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا هو المختار للفتوی لفساد الزمان در المختار۔

(غیر کفو میں کلی طور پر عدم جواز کا فتویٰ ہے یہی فتویٰ کے لئے مختار ہے کیونکہ زمانہ فاسد ہو چکا ہے در مختار۔ پس مذکورہ بالا صورت میں صحبت زنا ہوگی۔ تمام اہل اسلام پر لازم ہے کہ سیدہ کو عجمی سے جدا کریں اور مفتی صاحب پر واجب ہے کہ ایسے فتویٰ سے بچیں جو اہل بیت کی حرمت و شان میں ہتک کا مستلزم ہو۔

اس کے بعد حضرت محبوب اللہ سیدنا پیر مہر علی شاہ نے عام افراد کے مابین محبت کی کیفیات کو بیان فرمایا ہے کہ محبت کرنے والے کو کالا رنگ صرف اس لئے محبوب ہے کہ اس کے محبوب کی گلی کے کتے کا رنگ کالا ہے یعنی عام محبت کرنے والا تو اپنی محبت کا یہ معیار قائم کرے اور وہ محبت کہ اپنے قرابت داروں کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ہم سے طلب فرمائی ہے اس کی کوئی حیثیت نہ ہو اس کا کوئی معیار نہ رکھا جائے۔ محترم ساجد الرحمٰن نے اپنے مضمون میں ''نام و نسب'' (مصنفہ غلام نصیر الدین شاہ صاحب) کا حوالہ دیا ہے اس سلسلے میں جب حضرت قبلہ سید غلام معین الدین شاہ صاحب سجادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف سے استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ''نام و نسب'' میں بیان کردہ موقف کسی طرح سے بھی دربارِ عالیہ اور حضرت سیدنا مہر علی شاہ کے موقف سے ہم آہنگ نہیں ہے اس موقف کو دربار شریف کا موقف سمجھنا غلط ہے بلکہ دربار شریف کا موقف وہی ہے جو حضرت قبلہ سیدنا مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتویٰ میں واضح فرمایا ہے اور حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بھی بار بار دربار شریف کی طرف سے علماء دین نے اپنے فتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے جو لوگ آج اہل بیت اطہار کے تقدس و شرافت کو پامال کرتے ہوئے حضرت اعلیٰ سے عقیدت اور دربار شریف کے اصح موقف کے مقابلے میں مخالفانہ مہم چلائے ہوئے ہیں ان کی دربارِ عالیہ کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ بعض لوگ نقص فہم کی وجہ سے یا جان بوجھ کر اس فتویٰ کی اوٹ پٹانگ تاویلات کرتے ہیں اس لئے عرض کرنا ضروری ہے کہ:

۱۔ استفتاء میں ''غیر مسترض من احد من الولاۃ القریبۃ و البعیدۃ'' کے

الفاظ موجود ہیں اگر بفرض محال حضرت والا مرتبت کا فتویٰ ومسلک یہ ہوتا کہ قریبی ولیوں کی اجازت سے نکاح غیر کفو میں جائز ہے تو آپ اپنے جواب میں ضرور اس کی وضاحت فرما دیتے یا کم از کم کوئی اشارہ ہی دے دیتے آپ نے اپنے جواب میں اشارۃً وکنایۃً بھی ایسی کوئی بات نہیں فرمائی۔ اب اگر کوئی شخص اس بات کا مدعی ہو کہ قریبی ولاۃ کی رضا سے غیر کفو میں سیدہ خاتون کا نکاح جائز ہے اور وہ اپنی اس تاویل کو حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب کرے تو یہی کہا جائے گا کہ اس نے حضرت پر کتمان حق اور کتمان علم جیسی مذموم حرکت کا بہتان تراشا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

۲۔ حضرت والا مرتبت نے اپنے جواب میں واضح طور پر لکھا ہے "و یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا۔" کہ سیدہ خاتون کا نکاح غیر کفو میں اصلاً یعنی کلیۃً جائز نہیں اور فتویٰ کے لئے یہی قول مختار ہے اور اس پر آپ نے آیت قرآنی اور حدیث سے استشہاد فرمایا ہے جن کی بناء پر ہر مسلمان کے لئے اہل بیت کے ساتھ محبت اور مودت واجب کر دی گئی ہے اور اس کو معیار ایمان قرار دیا گیا ہے۔ بعض حضرات نے حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب کے فتویٰ کو محض ایک مخصوص واقعہ تک محدود کرنے کا قول کیا ہے یہ کہہ کر کہ استفتاء میں ایک خاص واقعہ بیان کیا گیا ہے اور اس واقعہ مخصوصہ کے پیش نظر حضرت نے فتویٰ دیا ہے لہٰذا یہ فتویٰ عمومی حکم نہیں رکھتا بلکہ اس ایک خاص حالت میں واقع کردہ نکاح کو ناجائز قرار دیتا ہے، یہ بھی کم فہمی یا غلط فہمی ہے اس لئے کہ آیات قرآنیہ کے نزول میں ایک خاص پس منظر ہوتا تھا، کوئی خاص واقعہ رونما ہوتا تھا۔ بارگاہِ رسالت میں استفتاء کیا جاتا تھا اور شرعی حکم معلوم کرنے کے لئے سوال کیا جاتا تھا اور پھر اس کے جواب میں قرآنی آیات کا نزول ہوتا تھا مگر علماء مفسرین ومحدثین وفقہاء سب متفق ہیں کہ شانِ نزول کا خصوص اپنی جگہ پر درست ہے مگر آیات قرآنیہ کے احکام محض انہی خاص واقعات تک محدود نہیں ہیں بلکہ ان کا شرعی حکم عام ہے اور قیام قیامت تک کے تمام حالات کو حاوی ہے اسی طرح عدالت میں ایک خاص مقدمہ دائر کیا جاتا ہے، تمام تر بیانات اور شہادتیں صرف اس خاص مقدمے اور

خاص واقعے کے پس منظر و پیش منظر کے تطابق میں ریکارڈ کیے جاتے ہیں۔ عدالت اس خاص مقدمے اور خاص واقعے کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنا فیصلہ سناتی ہے مگر اس کا فیصلہ آئندہ کے لئے Leading Case بن جاتا ہے ایسے فیصلوں کو قانونی نظائر کا نام دیا جاتا ہے اور ان میں طے شدہ عدالتی احکام اور فیصلے قواعد کلیہ سمجھے جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہونی چاہئے کہ اگر چہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کئے گئے استفتاء میں ایک خاص وقوعہ پیش کیا گیا مگر آپ نے اپنے فتویٰ یعنی شرعی فیصلے میں جو حکم بتلایا وہ محض ایک خاص وقوعہ تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ اپنی عمومیت کو لئے ہوئے تمام تر حالات کو حاوی ہے بلکہ وہ آئندہ کے لئے اس موضوع پر بات کرنے والوں اور شرعی فیصلہ جات کرنے والوں کے لئے قانونی نظیر اور Leading Case کی حیثیت رکھتا ہے۔

علماء حق نے تو نکاح کے معاملے میں ادب کو اتنا ملحوظ رکھا ہے کہ استاذ کی بیوہ یا مطلقہ عورت سے نکاح کرنا بھی جائز نہیں سمجھا۔ ملاحظہ فرمائیں حضرت شیخ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ اپنی تفسیر روح البیان میں سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۶

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (احزاب:6)

کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان حرمة نكاحهن من احترام النبي صلى الله عليه وسلم و احترامه واجب و كذا احترام ورثته الكمل و لذا قال بعض الكبار لا ينكح المريد امراة شيخه ان طلقها او مات عنها و قس عليه حال كل معلم مع تلميذه و هذا لانه ليس في هذا النكاح يمن اصلالا في الدنيا و لا في الاخرة و ان كان رخصة في الفتوى و لكن التقوىٰ فوق امر الفتوى فاعرف هذا (1)

ترجمہ: کہ بے شک ازواج مطہرات کے ساتھ احترام نبی ﷺ کی وجہ سے نکاح حرام کیا گیا اور آپ کا احترام واجب ہے اور اسی طرح آپ کے تمام ورثاء کا اسی لئے بعض

---

۱۔ الشیخ اسماعیل حقی، روح البیان ۷: ۱۳۸ مطبعہ عثمانیہ ۱۳۳۱

بزرگوں نے کہا کہ مرید اپنے شیخ کی عورت سے نکاح نہ کرے۔ شیخ اس کو طلاق دے دے یا فوت ہو جائے اور اس پر ہر استاذ اور اس کے شاگرد کے مابین کی حالت کو قیاس کرو اور یہ اس لئے کہ ایسے نکاح میں کوئی بھلائی نہیں ہے نہ دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں اور اگر فتویٰ میں رخصت ہو تو تقویٰ فتویٰ سے بالا ہوتا ہے پس اس کو خوب سمجھو۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی بھی اس سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۶ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "یعنی دینی مائیں ہیں تعظیم واحترام میں" حضرت نبی اکرم ﷺ کے ادب واحترام کی وجہ سے سیدات ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح حرام کر دیا گیا اور اسی وجہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ فاطمیہ کے ساتھ غیر سید کا نکاح ناجائز قرار دیا ہے اور فقہاء احناف کے اسی فتویٰ کو بنیاد بنایا ہے کہ۔

العجمی لا یکون کفواً للعربیۃ و لو کان العجمی عالما او سلطانا و هو الاصح (1)

یعنی کوئی عجمی کسی عربی خاتون کا کفو نہیں ہو سکتا چاہے عالم ہو یا سلطان ہو اور یہی اصح ہے۔

امام ابن ہمام کہتے ہیں کہ:

و عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف رحمهما الله انه لا یجوز فی غیر الکفوء (2)

یعنی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک غیر کفو میں نکاح جائز نہیں ہے۔ اس مندرجہ بالا قول پر محشی لکھتے ہیں کہ۔

عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف انه لا یجوز فی غیر الکفوء یعنی لدفع ضرر العار عن الاولیاء قال شمس الائمۃ و هذا اقرب الی الاحتیاط فلیس

---

1۔ امام علاء الدین الدر المختار باب الکفاءۃ ج ۱: ۲۰۶ نولکشور دہلی
2۔ شرح فتح القدیر ج ۲: ۳۹۲ مطبع مصطفیٰ محمد مصر

كل ولي يحسن المرافعة الى القاضي و لا كل قاض يعدل (1)

یعنی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک غیر کفو میں نکاح جائز نہیں ہے یعنی خاتون کے اولیاء کو جو عار (شرمندگی اور بے حرمتی) لاحق ہوتی ہے اس کے ضرر سے ان کو بچانے کے لئے عدم جواز کا فتویٰ ہے۔ امام شمس الائمہ فرماتے ہیں کہ یہی فتوی احتیاط کے زیادہ قریب ہے کیونکہ نہ تو ہر ولی قاضی کی عدالت میں بہتر طور پر مقدمہ چلا سکتا ہے اور نہ ہی ہر قاضی عادل ہوتا ہے۔ امام سرخسی نے اس موضوع پر بات کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ملک نکاح ایک طرح سے چھوٹا ہونے اور نیچے ہونے کی بات ہے اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ" نکاح ایک طرح سے ماتحتی ہے بس تم میں سے ہر شخص اچھی طرح دیکھ لے کہ وہ اپنی عزت یا عزت دار خاتون کو کہاں دے رہا ہے" اور خود کو ذلیل کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ کوئی مومن خود کو ذلیل نہ کرے۔ (2)

ازواجِ مطہرات کے ساتھ نکاح حرام قرار دینے کی علماء کرام یعنی مفسرین، محدثین اور فقہاء عظام نے یہی علت قرار دی ہے کہ ایسا نکاح اہل بیت نبی ﷺ کی تذلیل اور حضور ختم المرسلین آقائے دو جہاں ﷺ کی انتہائی بے ادبی اور بے حرمتی ہے۔ اسی علت کو ملحوظ رکھتے ہوئے علماء حق نے آلِ رسول ﷺ یعنی سیدات فاطمیات کے ساتھ غیر فاطمی سید کا نکاح ناجائز کیا ہے کہ اس سے حضرت حبیب خدا ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی اہل بیت نبی کے تمام چھوٹے بڑے افراد کی اور تمام اہل اسلام کی بے حرمتی اور تذلیل ہے اگر کسی سفیر کی بے حرمتی ہو تو سارے ملک کی بے حرمتی قرار دی جاتی ہے۔ اگر حاکم کی بے عزتی کی جائے تو سارے عوام اور وطن کی بے عزتی تسلیم کی جاتی ہے تو اسی طرح ہمارے آقا و مولی ﷺ کی کسی لخت جگر کی عزت گھٹائی جائے اس کی بے ادبی اور بے حرمتی کی جائے تو لامحالہ ساری امت مسلمہ کی توہین اور تذلیل ہوگی اور اپنے آپ کو اس تذلیل وتحقیر سے بچانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

---

1۔ شرح فتح القدیر ج ۲: ۹۲ ۳ مطبع مصطفی محمد مصر

2۔ امام شمس الدین سرخسی کتاب المبسوط ۵: ۲۳ مطبعہ سعادہ مصر ۱۳۲۴

بعض لوگوں نے اس فتویٰ کو دربار عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف کا تازہ فتویٰ قرار دے کر اپنی مکمل نادانی کا ثبوت مہیا کیا ہے۔ یہ فتویٰ دربار عالیہ کا تازہ فتویٰ نہیں ہے بلکہ حضرت محبوب الہ سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ کی تاریخ رقم فرمائی ہے۔ جب آپ نے اپنا فتویٰ صادر فرمایا تھا اس طرح یہ فتویٰ تقریباً ایک صدی قدیم فتویٰ ہے اور پھر دربارِ عالیہ کی طرف سے ہر دور میں مفتیان عظام نے موقعہ بہ موقعہ یہی فتویٰ جاری فرمایا ہے اس کی مکمل تاریخ ہے اور پورا تسلسل ہے اس میں کہیں بھی انقطاع نہیں ہوا۔ مثلاً حضرت مولانا مفتی قاری غلام محمد پشاوری حضرت والا مرتبت کے مبارک زمانے ہی میں دربار عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف پر امام مدرس اور مفتی تعینات کیے گئے تھے اور ۳۰ جون ۱۹۴۸ء کو دربار عالیہ سے رجوع کرتے ہوئے سیدہ خاتون کا غیر سید کے ساتھ نکاح کے بارے میں استفتاء کیا گیا تو انہوں نے اپنے فتویٰ میں لکھا'' صحیح النسب اولاد خاتون جنت علی ابیھا وعلیھا الصلوٰۃ والسلام سید زادی کا عقد نکاح غیر سید خواہ کسے باشد باتفاق علماء محققین نہ صرف ناجائز بلکہ خاندان سادات پر خصوصاً اور کافہ اہل اسلام پر عموماً جور و ظلم ہے''۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنے فتویٰ میں وہی دلائل درج کیے جو حضرت والا مرتبت سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتویٰ میں رقم فرمائے تھے اور آخر میں لکھا کہ ایسا نکاح کرنے والے شخص کے ساتھ دینی و دنیاوی مقاطعہ (بائیکاٹ) کیا جائے اور اس شخص کو اپنا دینی دشمن سمجھا جائے۔

بعد ازاں سعادت علی شاہ گیلانی ایڈیٹر اخبار'' السید'' نے حضرت پیر غلام محی الدین شاہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا کہ وہ بہ عنوان'' کیا سیدہ بنی فاطمہ کا نکاح غیر سید سے جائز ہے'' کتابی شکل میں اپنے اخبار کا خصوصی ایڈیشن نکالنا چاہتے ہیں، آپ اس مسئلہ پر اپنے خیالات تحریر فرمائیں۔ حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خط کے جواب میں اس وقت کے مفتی اور مدرس حضرت مولانا مفتی محب النبی صاحب کو حکم فرمایا کہ وہ اس بارے میں فتویٰ تحریر کریں۔ حضرت مولانا محب النبی صاحب نے مورخہ ۱۹ مارچ

۱۹۵۵ء کو اس کے جواب میں لکھا کہ " سیدہ فاطمیہ کا کفو غیر فاطمی نہیں ہوسکتا۔ پھر ۲۶ مارچ ۱۹۵۵ء کو انہی مفتی صاحب نے ایک اور استفتاء کے جواب میں لکھا " سیدہ فاطمیہ کا کفو غیر سید فاطمی نہیں ہوسکتا خواہ وہ کتنا بڑا چوہدری کیوں نہ ہو۔ ہاں اگر کوئی سید یا سیدہ بے غیرتی اور ننگ و عار کو اپنا فخر بنائے تو کل فردائے قیامت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے سامنے جواب دہی کا ذمہ دار ہوگا" اس کے بعد بتاریخ ۵ جنوری ۱۹۵۸ء کو انہی مفتی صاحب نے اس بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے دربار عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف سے فیصلہ تحریر فرمایا کہ " سیدہ کا نکاح غیر سید کے ساتھ بہ روایت مفتی بہا در بارہ عدم کفاءت نزد امام اعظم غیر منعقد ہوتا ہے"۔

گوجر خان کے رہنے والے حیدر زمانی نام کے ایک صاحب نے مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۵۸ء کو دربار عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف سے اس بارے میں استفتاء کیا تو ۲۹ مارچ ۱۹۵۸ء کو دربار عالیہ کی طرف سے مولانا محمد محمود شاہ صاحب نے اپنے فتویٰ میں تحریر کیا کہ سیدہ خاتون کا کسی بھی غیر سید کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور غیر سید خواہ کوئی عالم ہو یا کچھ ہو سیدہ بی بی کا کفو نہیں ہوسکتا۔

ہجیرہ آزاد کشمیر کے ساکن طالب حسین شاہ نے اہل سنت کے بلند پایہ عالم دین مولانا عارف اللہ شاہ صاحب قادری سے اس مسئلہ میں استفتاء کیا تو انہوں نے اس بارے میں گولڑہ شریف درخواست لکھ کر بھیجنے کا حکم فرمایا اور جب سرکار گولڑہ شریف کی خدمت میں درخواست گزاری گئی تو دربار عالیہ کی طرف سے مولانا محب النبی صاحب نے بتاریخ ۲۲ فروری ۱۹۵۹ء استفتاء میں مذکور سیدہ کے ساتھ غیر سید کے نکاح کو باطل قرار دیتے ہوئے رقم فرمایا کہ " نکاح مذکورہ بروایت مفتی بہا امام صاحب کے باطل اور غیر منعقد ہے لہٰذا تفریق الابدان لازمی ہے"۔

عہد بہ عہد تاریخ کا یہ سلسلہ آگے بڑھا اور حافظ فضل الٰہی امام مسجد دیہ بیلا وہ اسٹیشن بھریا روڈ گوٹھ فتح محمد ضلع نواب شاہ صوبہ سندھ کی طرف سے اس شرعی مسئلہ کا حکم دریافت کیا گیا تو

مورخہ ستمبر ۱۹۵۹ء کو دربار عالیہ کی طرف سے حضرت مولانا محمد فاضل چشتی صاحب نے جوابا تحریر فرمایا کہ سیدہ کا غیر سید کے ساتھ نکاح کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح مورخہ ۲ مارچ ۱۹۶۳ء کو عبدالقیوم سکنہ مالسہ نے اس بارے میں سوال کیا تو مولانا فیض احمد صاحب نے جوابا لکھا کہ درمختار باب الاولیاء والاکفاء میں ہے:

فقریش اکفاء لبعض والعجمی لا یکون کفواً للعربیۃ و لو کان العجمی عالما او سلطانا و ھو الاصح۔

ان عبارات سے واضح ہوا کہ قرشیہ علویہ جن کی اصل عرب سے ہے ہر کوئی عجمی ان کی کفو نہیں ہوسکتا خواہ وہ عجمی عالم اور بادشاہ بھی ہو اور سادات فاطمیہ کی شان تو اس سے بھی ارفع ہے کیونکہ حسب تصریحات علمائے امت اور از روئے احادیث صحیحہ جناب حسنین کریمین علیہ السلام کی اولاد بلاشک حضور ﷺ کی اولاد ہے حتیٰ کہ فاطمیہ سیدہ کے لئے کوئی بھی غیر فاطمی قریشی اس شرف میں شریک نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے بھی ہو"۔ حضرت مولانا نے مزید وضاحت کرتے ہوئے امام عبدالوہاب شعرانی کی تصنیف کشف الغمہ جلد دوم کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا۔

وان آلہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یکافیھم فی النکاح احد من الخلق۔

پھر علامہ ابن حجر مکی کی کتاب صواعق محرقہ کا حوالہ دیتے ہوئے بیان کیا کہ فلا یکافی شریفۃ ہاشمی غیر شریف یعنی شریفہ سیدہ فاطمیہ کی کفو کوئی شخص نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ ہاشمی قریشی بھی ہو، بعد ازاں بتاریخ ۱۱ مارچ ۱۹۶۴ء مولانا فیض احمد صاحب نے مولانا سید شاہد جاوید خطیب جامع مسجد و نکاح رجسٹرار یونین کونسل بودلہ کو اس بارے میں جواب دیتے ہوئے لکھا" فتاوی رشفۃ الصاوی مطبوعہ مصر صفحہ نمبر ۴۲ اور فتاوی مصر بقیۃ المسترشدین مصر صفحہ نمبر ۱۹۴ پر مرقوم ہے۔ فلا اری جواز النکاح و ان رضیت و رضی ولیھا۔ یعنی" یہ نکاح جائز نہیں اگرچہ خود سیدہ اور اس کے ورثاء راضی بھی ہوں اور یہی چیز ادب سے اقرب ہے"۔

پھر مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۴ء کو انہی مولانا نے دربارِ عالیہ کی طرف ضلع بہاولپور کی مسماۃ غلام شمع کو جواب دیتے ہوئے لکھا ہماری تحقیق اور مسلک کے مطابق سیدہ کا نکاح غیر سید سے نہیں ہوسکتا۔ پھر ۵ جنوری ۱۹۶۵ء کو ستیانہ ضلع جھنگ کے مہر چاکر خان کو جواب دیتے ہوئے سائل کو سید محمود شاہ صاحب محدث ہزارہ کی کتاب جامع البرکات ملاحظہ کرنے کی تاکید فرمائی۔

صوفی عجائب زرگر مقام ڈاکخانہ والی زیر براستہ چواسیدن شاہ تحصیل پنڈ دادنخان نے دربارِ عالیہ سے استفتاء کرتے ہوئے لکھا کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک شخص باوجود غیر سید ہونے کے سید بن کر خاندان سادات کو دھوکہ دے کر کسی سیدزادی سے نکاح کرلیتا ہے از روئے شریعت وہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مولانا فیض احمد صاحب نے دربار عالیہ کی طرف سے اس کا جواب لکھا کہ ''صورت مذکورہ میں جبکہ ایک شخص دھوکہ دے کر اپنے آپ کو کفو ظاہر کرتا ہے اور واقع میں کفو نہیں نکاح منعقد نہیں ہوتا''۔ یہ فتویٰ ۱۲ مئی ۱۹۶۵ء کو جاری کیا گیا۔ اس کے بعد مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۶۵ء کو سید کرم حسین شاہ نامی ایک شخص کی طرف سے استفتاء کیا گیا تو مولانا نے مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحئی لکھنوی جلد دوم صفحہ نمبر ۳۶۸ کے حوالہ سے لکھا۔

و روی الحسن عن ابی حنیفۃ ان النکاح لا ینعقد و بہ اخذ کثیر من مشائخنا کذا فی المحیط و المختار فی زماننا للفتوی۔

یعنی امام ابوحنیفہ سے حضرت حسن روایت فرماتے ہیں کہ (غیر کفو) میں نکاح منعقد نہیں ہوتا اور ہمارے بہت سے مشائخ نے اس پر فتویٰ دیا ہے اور ہمارے زمانے میں فتویٰ کے لئے مختار ہے۔ بعد ازاں قاضی عبدالمجید قاضی کریانہ سٹور دکان نمبر ۶۵۶ آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد کے سوال پر مورخہ ۲۶ جون ۱۹۶۷ء کو یہی فتویٰ صادر کیا گیا۔ پھر ۲۵ اگست ۱۹۶۹ء کو دربارِ عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف کی طرف سے فتاویٰ جاری کئے گئے ان فتاویٰ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ فتاویٰ حضرت محبوب الٰہ سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قبلہ

سیدنا و مرشدنا بابو جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی، رضا مندی اور اجازت سے صادر کیے جاتے رہے۔ یہ دونوں عالم اسلام کی وہ برگزیدہ شخصیات ہیں کہ علم شریعت میں ان کا کمال اور شریعت مطہرہ کی مکمل پابندی تمام مسلمانوں کے مابین تسلیم شدہ ہے۔

اس تفصیلی بیان کے بعد یہ غلط فہمی قطعی طور پر دور ہونی چاہئے کہ یہ فتویٰ کوئی تازہ فتویٰ ہے اس سلسلہ زریں کی اہم کڑی وہ مقالہ ہے جو میرے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر تحریر کیا جو علیحدہ چھپ کر عامۃ الناس اور علماء دین سے داد تحسین وصول کر چکا ہے۔ اس کا ایک اقتباس میں نے اپنے اس مضمون میں درج کیا ہے ان کے علمی تحقیقی مقالے پر جن علماء کرام نے تصدیقی دستخط فرمائے تھے ان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا حافظ نصیر الدین چیلاوا ہی مدرس جامعہ عباسیہ بہاولپور

۲۔ حضرت مولانا غلام فرید نائب مفتی جامعہ عباسیہ بہاولپور

۳۔ حضرت مولانا شیخ کلیم اللہ مدرس جامعہ عباسیہ بہاولپور

۴۔ حضرت مولانا قاضی اللہ بخش صدر مدرس مدرسہ عربیہ ترنڈہ گورگنج تحصیل لیاقت پور

۵۔ حضرت مولانا محمد احسن مدرس جامعہ عباسیہ بہاولپور

۶۔ حضرت مولانا عظمت علی شاہ ہمدانی فاضل بھیرہ شریف مہتمم دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی

۷۔ حضرت مولانا محمد خدا بخش کیمبل پور شہر

۸۔ حضرت مولانا محمد عبد الحق صدر مدرس مدرسہ عربیہ رفیق العلماء تحصیل خان پور

۹۔ مولانا سید محمد علی شاہ اول مدرس مدرسہ عربیہ چنی راجن، بہاولپور

۱۰۔ حضرت مولانا پیر امام شاہ صاحب، سجادہ نشین مہر آباد، و بانی دار العلوم خدمت الاسلام لودھراں

۱۱۔ مولانا محمد امیر ربانی امام جماعت ربانیہ، رکن پور چاچڑاں شریف

۱۲۔ مولانا غلام رسول خان صدر مدرس مدرسہ عربیہ خان بیلہ

۱۳۔ مولانا علامہ اللہ رکھا خطیب جامع مسجد شکری شکر گڑھ

میرا یہ مقالہ زیر ترتیب تھا کہ محترم ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کا ایک طویل مضمون دو قسطوں میں روزنامہ جنگ لاہور نے شائع کیا۔ میرے لئے لازمی ہو گیا کہ میں اس مضمون کے مندرجات سے پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ بھی کردوں۔ اس ضمن میں تمام مندرجات کا تفصیلی جواب دینے سے اس مقالے کے علمی وقعت اور سنجیدگی متاثر ہوگی اس لئے میں صرف نفس مضمون سے متعلقہ باتوں پر توجہ دیتے ہوئے دو باتیں عرض کرتا ہوں۔

(ا) محترم ڈاکٹر ظہور اظہر صاحب نے عدمِ جواز کے خلاف اپنا پورا زورِ قلم استعمال کیا ہے اور کافی تلخ و ترش الفاظ اور انداز بیان اختیار کیا ہے مگر انتہائی حیرت ہوئی کہ آخر میں ساری بحث کو سمیٹتے ہوئے بطور نتیجہ (Conclusion) لکھا ہے کہ

''ان گزارشات کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ کفایت یا ہم پلہ ہونے کا مسئلہ ختم ہو گیا یا ہمارے معزز سادات گھرانے ہر صورت میں سیدزادیوں کے رشتے امتیوں سے کیا کریں۔ کفایت کا مطلب ہے اکمل اور بے جوڑ شادی سے بچنا تاکہ معاشرتی امن و سکون برباد نہ ہو، میں اپنے سید بھائیوں سے یہی کہوں گا کہ وہ اپنی بیٹیوں کے رشتے سیدزادوں ہی سے کریں''۔

یہ اقتباس پڑھنے کے بعد کیا اشکال باقی رہ جاتا ہے۔ بات تو وہیں آگئی جہاں سے چلی تھی کیونکہ عدم جواز کا قول کرنے والے علماء نے بھی تو یہی کہا ہے جو اس اقتباس میں بیان کیا گیا ہے۔

محترم ڈاکٹر صاحب کے مضمون سے اور ان کے زورِ بیان سے یقیناً ایک شرعی حکم کے بارے میں غلط شبہات پیدا ہوئے اس کا تقدس اور حقانیت پامال ہوئی، یہ صرف میں نہیں کہہ رہا بلکہ خود ڈاکٹر صاحب نے اس کو محسوس کیا یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنے مضمون کے آخر میں ان چند سطروں کا اضافہ کیا جو میں نے اقتباس کر کے اوپر درج کی ہیں تاکہ وہ اپنے مضمون کے منفی اثرات اور شکوک و شبہات کا ازالہ کر سکیں تو پھر یہی خیال گزرتا ہے کہ آخر

اس مضمون کے لکھنے کی حاجت کیا تھی جس کی تردید خود اسی مضمون میں کرنی پڑ گئی۔

(ب) دوسری بات مساوات کی ہے جس کو بنیاد بنا کر محترم ڈاکٹر صاحب نے عدم جواز کا قول کرنے والوں پر طعن و تشنیع کی ہے اس کے جواب میں پہلی بات تو یہی عرض کروں گا کہ جب خود ڈاکٹر صاحب نے مسئلہ کفایت کو تسلیم کر لیا ہے تو پھر مساوات کہاں گئی گویا انہوں نے خود مساوات کی اس تعبیر کو جھٹلا دیا جس کو انہوں نے اپنے موقف کی بنیاد بنایا تھا اس طرح تو سارے بے دین اور غیر مسلم کہتے ہیں کہ اسلام اور کفر کا نظریہ مساوات کے خلاف ہے یہ غیر انسانی تقسیم ہے تو پھر ڈاکٹر صاحب کیا جواب دیں گے۔ اس کی کیا توجیہ کی جاسکے گی کہ انبیاء کرام دیگر انسانوں جیسے نہیں ہیں اور صحابہ کرام بقیہ ساری امت سے افضل ہیں۔ ایک شخص ایمان کے ساتھ صرف ایک نظر حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کو دیکھ لے تو بقیہ ساری امت سے افضل ہو جائے مگر جس کی رگ و پے میں اس محبوب مصطفیٰ ﷺ کا پاک خون ہو اس کا کوئی امتیاز روا نہ رکھا جائے؟ قرآن مجید میں بیان کردہ ارشادات ربانیہ

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (الزمر:9)

اور

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ (البقرہ:253)

کے بموجب پیدا ہونے والی درجہ بندی کو کس طرح ٹھکرایا جا سکتا ہے؟

امتیازی درجہ بندی تو انسانوں کے علاوہ دیگر مخلوقات میں بھی موجود ہے مثلاً مقام ابراہیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے صدقے فضیلت پاتا ہے اور وہ صفا و مروہ کی پہاڑیاں سیدہ بی بی ہاجرہ کے قدموں کے طفیل شعائر اللہ کا درجہ حاصل کرتی ہیں۔ اللہ کے نام پر قربان ہونے کی نسبت پانے والا اونٹ

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ (الحج:36)

کا امتیازی وصف پاتا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی هذه ناقة الله کا شرف حاصل کرتی ہے کہ اس کو سوء ادب کی نیت سے چھونا بھی ممنوع قرار پاتا ہے۔ وہ کاغذ جس پر

آیات قرآنیہ لکھ دی جائیں۔ "ولا یمسہ الا المطھرون" کے شرعی حکم میں آجاتے ہیں۔ یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ شریعت مطہرہ کے اندر ماں کے ساتھ بیٹے کا نکاح کیوں حرام کیا گیا کوئی ظاہری جسمانی (Physically) ممانعت نظر نہیں آتی یہ نکاح صرف اس لئے حرام کیا گیا کہ ماں کا تقدس، ادب اور حرمت اسی کا تقاضا کرتی تھی۔ بہن کے ساتھ بھائی کا نکاح کیوں حرام کیا گیا اسی لئے کہ بہن کی حرمت اور عزت اسی کا مطالبہ کرتی تھی، ایک مسلمان عورت کا نکاح غیر مسلم کے ساتھ ممنوع قرار دیا گیا اسی لئے کہ یہ بات مسلمان خاتون کی عظمت، حرمت اور ادب کے خلاف ہے۔ مساوات کے علمبردار تو اس کو بھی غیر مساوی سلوک قرار دیں گے پھر کیا کیا جائے گا؟

آل رسول ﷺ کی حرمت، تقدس اور ادب کی بنیاد پر سیدہ فاطمیہ کے ساتھ غیر سید کا نکاح ناجائز قرار دیا گیا تو اس پر اعتراض کرنے والے اس تقدس، ادب اور حرمت کی علت کو ماننے سے انکار کرنے والے کہلائیں گے جس کی بنیاد پر دیگر محرمات کا شرعی حکم قائم کیا گیا ہے۔ آل رسول ﷺ کے امتیاز، فضیلت اور عظمت شان پر یہ آیت کریمہ واضح دلیل ہے جس میں ارشاد کیا گیا ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ (الزخرف: 81)

سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب سے جب سادات بنو فاطمہ کی فضیلت پر نص قرآنی سے ثبوت طلب کیا گیا تو آپ نے یہی مندرجہ بالا آیت پیش فرمائی اس آیت کریمہ میں عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت مسیح کو رد کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا آپ کہہ دو کہ اگر رب رحمٰن کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والوں میں ہوتا۔ اس آیت کریمہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اولاد بھی اسی سلوک کی حقدار ہوتی ہے جو باپ کا حق ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ چونکہ معبود ہونے کا حق رکھتا ہے اس لئے اگر اس کا بیٹا ہوتا تو وہ بھی اسی کا حقدار ہوتا اس نظریئے کی تائید مندرجہ ذیل قرآنی آیت سے بھی ہوتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ﴿ (الطور: 21)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان لانے میں ان کی پیروی کی تو ہم آخرت میں ان کی اولاد کو انہی کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے اپنے اعمال صالحہ کے ثواب میں کمی نہ کریں گے۔ یعنی ایک بزرگ نے اعلیٰ دینی خدمات سرانجام دیں اور وہ جنت میں اعلیٰ درجہ پر فائز کئے گئے تو اب ان کی اولاد اگرچہ اپنے اعمال کے اعتبار سے جنت میں اس اعلیٰ درجہ کی حقدار نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اس بزرگ کی اولاد ہونے کی وجہ سے وہی سلوک روا رکھے گا جو اس بزرگ کا حق ہے اور اس اولاد کو بھی صرف نسب کی وجہ سے جنت میں اسی اعلیٰ درجے پر فائز فرمائے گا جو اعلیٰ درجہ ان کے باپ کا ہوگا لہٰذا ثابت ہوا کہ جس طرح حضرت ختم المرسلین ﷺ انتہائی ادب، احترام اور محبت کئے جانے کے حقدار ہیں اسی طرح ان کی آل پاک بھی ادب، احترام اور محبت کئے جانے کی مستحق ہے۔ اسی سے یہ بات بھی آسانی کے ساتھ سمجھ آ جاتی ہے کہ جیسے حضرت رسول خدا ﷺ کے ادب و حرمت کی بناء پر ازواج مطہرات کے ساتھ کسی اور کا نکاح حرام قرار دیا گیا اسی طرح از روئے قیاس سیدات فاطمیات کے ساتھ غیر فاطمی سید کا نکاح بتقاضائے ادب و حرمت نبی اکرم ﷺ ناجائز ہوگا اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے بلکہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مسلمان خاتون کا غیر مسلم کے ساتھ نکاح کا حرام ہونا اور دیگر محرمات کے نکاح کا حرام ہونا ادب و احترام اور تقدس کی بناء پر ہے یہی ادب و احترام اور تقدس حرمت نکاح کے لئے علت ہے اور اسی پر سیدہ کا غیر سید کے ساتھ نکاح کو ناجائز قرار دینے کے معاملے میں قیاس کیا جاتا ہے۔

جی اے حق محمد
اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ
انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

## باسمه سبحانه تعالی و تقدس شانه عم احسانه و امتنانه

از سوال شریف

بتاریخ ۱۵ جمادی الأولی سنة ۱۳۷۷ ھ

سألتم ان نکاح السیدة (الشریفة) من غیر الشریف یجوز أم لا؟

**فالجواب**

ان الشرافة المتعارفة التی سمیت ببلاد بالسیادة النسبیة السنیة العالیة الی من به شرفت عظمت الشرافة و السیادة صلی الله علیه وآله و صحبه و بارك وسلم لا غیر نسبیة کانت او روحانیة و لا شك ان النسبة الروحانیة اقویٰ والأولی بالنسبة النسبیة فحسب...... کما ان الروحانیة اولی من الجسمیة فحسب! والی هذا أشار سیدنا علی کرم الله تعالی وجهه الشریف ما نقله الرضی فی کتاب نهج البلاغة...... و قد ورد فی الذکر الحکیم نص صریح علی ذلك ان اولی الناس بابراهیم للذین اتبعوه وهذا النبی والذین آمنوا والله ولی المومنین۔ و بهذه الایة الشریفة استند امیر المومنین کرم الله تعالی وجهه الشریف قوله ما ذکر۔ اذا دریت هذا نا علم ان الخلفاء الراشدین رضوان الله تعالی علیهم اجمعین مع کونهم من بنی اجداد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لکن ما نالوا الکرامة و الشرافة التی یلیق بفوز مرتبته الصهریة لرسول الله تعالی علیه وآله و صحبه و بارك وسلم الا بقرب الروحانیة التامة التی ما رقت الی هذه المرتبة أحد من امته غیرهم۔ و حسبك ما اعترفت الرافضة فی کتبهم بان رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله و صحبه وسلم قال ان ابابکر منی بمنزلة البصر و ان عمر منی بمنزلة السمع و ان عثمان منی بمنزلة الفواد کعلی

(رضی الله تعالی عنهم اجمعین و رضوا عنه) معانی الاخبار مطبوع تهران- و تفسیر الامام حسن عسکری رضی الله تعالی عنه مطبوعه ایران ص ۱۲۳، ۱۲۵ وغیره- و قد صرح سیدنا علی المرتضی رضی الله تعالی عنه بان خیر هذه الأمة بعد نبیها ابوبکر و عمر تلخیص الشافی للمحقق طوسی جلد ۲ ص ۴۲۸- فلما انزلهم رسول الله صلی الله علیه وآله و صحبه وسلم منزلة بصره الانور و سمعه الاشرف و فواده المنور فما ظنك بشر افتهم و سیادتهم و قربهم الی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم و هل هذا-

الا نسبة روحانیة و ولایة حسبیة و لا جسمیة- فلا شك انهم کانوا کفوا لرسول الله صلی الله علیه وآله و صحبه وسلم و ما ذا یتصور فوق ذلك ما حصل لهم من الشرافة و الکرامة و السیادة فشر افتهم کانت منصوصة بالصراحة- و اما بعدهم لا سیما ببلادنا فلما لم یمکنا التمیز بین هو اولی برسول الله صلی الله تعالی علیه وآله و صحبه و بارك وسلم و بین غیره بحسب النص الصریح فاکتفینا بالقول بالنسبة الجسمیة فقط-

فنقول ان نکاح الشریفة من غیر الشریف لا یجوز لفقدان القرابة الجسمیة و عدم تیقن القرابة الروحانیة کما ذکرنا ان القرابة الروحانیة اولی و اقرب بالنسبة القرابة الجسمیة فقط-

نقول ان نکاح الشریفة المسلمة من غیر مسلم لا یجوز و لو کان شریفا لفقدان القرابة الروحانیة بیقین و ما ظنك من غیر شریف کذلك- و لا یخفی علی احد ان شرافته صلی الله تعالی علیه وآله و صحبه وسلم و کرامته من الله سبحانه و تلك الشرافة غیر جسمیة و نسبیة بل

روحانية فقط!

فمن ثم جرت تلك الشرافة بحسب الروحانية الى قيام الساعة لكن بحسب الكفوية وجب علينا ان نتفحص بالطرق المتيقنة والفتوى المذكورة حيث لم توجد الشرافة المذكورة بيقين او تفقد بيقين فالاول بمرتبة لا بشرط شيئ والثانى بمرتبة بشرط لا شئى۔

والله تعالٰی و رسوله الاعلی اعلم۔

فقير محمد قمر الدين السيالوى غفرله

باسم الاحد

العالم كفو للعربية والاصح انه كفو للعربية و لا يكون كفوا للعلوية من ذريته النبوية فاتفقت الروايتان على الصحيح الكفاءة للعربية دون العلوية والسر فيه ان العلوية تنسب الى فاطمة الزهراء رضى الله عنها على خلاف انتساب الانساب الى الاباء فانها بضعة من النبى صلى الله عليه وسلم الذى لا يكافئه احد من الخلق انتهى۔ ينابيع الحبل المتين الدر المختار وغيره۔

فقہائے کرام کے مندرجہ بالا اقوال سے واضح ہے کہ سیدہ شریفہ طاہرہ علویہ کا نکاح غیر سید عالم سے بھی جائز نہیں ہے چہ جائیکہ غیر عالم ہو۔ البحر الرائق میں ہے وفی الینابیع الاصح انه ليس كفو للعلوية۔ والله تعالٰی و رسوله الاعلی اعلم۔

غلام محمد عفی عنہ مدرس دار العلوم ضیاء شمس الاسلام

سیال شریف ضلع سرگودہا

۲۶ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ

۹۲-۳-۳۱

# تاریخ سادات ضلع ہزارہ

تاریخ سادات ضلع ہزارہ تقریباً چار سو سال سے آباد ہے۔ سید پیر علی ترمذی ایک عظیم ترین ہستی سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھتی تھی جو کہ ہمایوں بادشاہ کے بھانجے تھے۔ آپ کے والد ماجد سید قمر علی شاہ ترمذ سے شاہ تماسپ کے سالار اعلیٰ تھے۔ ہمایوں کو حکومت واپس کروا کے جانے لگے تو ہمایوں نے انہیں روک کر اپنی ہمشیرہ سے نکاح کر دیا۔ سید قمر علی شاہ کے عظیم بیٹے سید پیر علی ترمذی پیدا ہوئے۔ آپ ایک بزرگ ہستی تھے۔ بادشاہوں کے درباری حالات اچھے نہیں معلوم ہوتے تھے۔ اس لئے بادشاہوں کے دربار چھوڑ کر بارہ سال راوی کے کنارے ذکر خدا میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد اپنے پیر و مرشد کے حکم پر صوبہ سرحد سوات میں قیام پذیر ہوئے۔ ان کی اولاد سے عظیم فرزند جرنیل پیدا ہوئے۔ ان کے بڑے بیٹے سید میاں مصطفیٰ پیدا ہوئے۔ آپ بڑے عالم فاضل بزرگ تھے میاں مصطفیٰ بابا کے فرزند میاں محمد سید قاسم پیدا ہوئے، ان کے صاحبزادے سید جلال پیدا ہوئے۔ آپ کے ایک بھائی سید پیر امام تھے۔ ہزارہ میں سکھ حکومت قائم تھی سکھوں کے ظلم وستم سے مسلمان پریشان حال تھے۔ سید جلال بابا نے سکھوں کے خلاف جہاد کیا اور ضلع مانسہرہ میں اپنی حکومت قائم کر دی۔ یہاں قوم سادات کے دو عظیم ترین خاندان مشہور ہوئے۔ سید جلال بابا کی اولاد سید جلالی کہلائی اور دوسرے پیر امام بابا کی اولاد پیر امامی کہلائی۔ اس وقت یہ دونوں خاندان ایک لاکھ سے زیادہ افراد ضلع مانسہرہ میں بستے ہیں۔ ان کے علاوہ سادات مشہدی بھی کافی تعداد میں ہیں، بخاری سید بہت کم تعداد میں ہیں۔ یہ چاروں خاندان کی تاریخ گواہ ہے کہ کسی سید زادی کا نکاح کسی غیر سید سے نہیں ہوا۔ اس میں سے اہل سادات کے عظیم ترین علماء اور بزرگانِ دین نے اسے ناجائز قرار دیا ہے اور نہ کسی کی جرات ہوئی کہ کسی سید زادی سے نکاح کرے۔ یا کوئی سید اپنی سید زادی کو کسی غیر سید کے نکاح میں دے

کیونکہ ہمارے نزدیک اور ہمارے بزرگوں کے نزدیک غیر سید کے لئے سیدزادی ماں کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہمارے بزرگوں کے جو قول ملتے ہیں ان میں ان کے یہ الفاظ تحریر ہیں کہ اگر سیدزادی سے کسی غیر سید کا نکاح جائز ہے تو کیا اس کا نکاح اس کی اپنی ماں سے بھی جائز ہے۔ میرے نزدیک سید ایک عظیم ترین خاندان ہے جن کی بزرگی اور پاکی کی قرآن حکیم نے گواہی دی۔ میرے نزدیک ایک پاک طاہر کپڑے پر کوئی گندگی لگ جائے تو زیب نہیں دیتی۔ اسی طرح سیدزادی کا غیر سید سے نکاح ایسا ہی ہے۔ ہم تمام سادات ہزارہ سید جلالی پیرامامی، مشہدی، بخاری اس کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں کے پاس کچھ فتوے بھی تھے جس میں سید پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر سید سے شادی ناجائز ہے۔ چار ماہ قبل ایک سید کم بخت نے جس نے خود غیر قوم سے شادی کی تھی اپنی بیٹی کا اسی خاندان کے غیر سید سے نکاح کر دیا۔ جس سے پوری قوم نے اس کا بائیکاٹ کر دیا اور اس کے بیٹے کا انتقال ہوا تو پوری قوم سادات اس کے جنازے میں بھی شریک نہیں ہوئی اور اس سید کم بخت کو گاؤں سے بھی بدر کر دیا اور آئندہ کے لئے تمام سادات کو خبردار کر دیا گیا ہے کہ کسی سید نے اگر غیر سید کو رشتہ دیا تو وہ خاندان سے باغی قرار دیا جائے گا کیونکہ سیدزادی کا نکاح کسی غیر سید سے نہیں ہو سکتا۔ پوری قوم سادات ضلع مانسہرہ کا متفقہ فیصلہ ہے۔ جیسا سید عبدالحمید شاہ ہزاروی جلالی بھی غیر سید سے سید کا نکاح جائز نہیں سمجھتا جو کہ ہمارے خاندان کی عظیم ترین ہستیوں کے نزدیک ناجائز ہے۔

فقط

سید عبدالحمید شاہ ہزاروی جلالی

خطیب جامع مسجد نورنبی سیکٹر I-10/4 اسلام آباد

فاضل مدرسہ احسن البرکات حیدرآباد سندھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# غیر سید کے ساتھ سید زادی کا نکاح

ہمارے اسلاف میں یہی نکتہ نظر متفقہ رہا ہے کہ فقہاء کرام کے اصح اور مختار قول کے مطابق سید زادی کا نکاح غیر سید کے ساتھ جائز نہیں ہے اس سلسلہ میں حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ اہم دستاویز ہے کہ کلیتاً سیدہ بی بی کا نکاح غیر سید کے ساتھ جائز نہیں اور یہی اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عقیدت ومحبت کا تقاضا ہے۔

مولوی حافظ محمد اقبال
فاضل درس نظامی جامعہ نعیمیہ لاہور
خطیب جامعہ مسجد سیدنا علی رضی اللہ عنہ جی نائن ٹو، اسلام آباد
۹۳-۴-۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# سیدزادی کا نکاح غیر سید کے ساتھ نہیں ہو سکتا

گذشتہ دنوں اخبارات میں بعض لوگوں کی طرف سے سیدزادی کے ساتھ غیر سید کے نکاح کو جائز قرار دینے کی مہم چلائی گئی جس کو پڑھ کر نہایت افسوس ہوا۔ اس بارے میں قدوۃ العلماء شیخ المشائخ حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مدلل فتویٰ موجود ہے جس میں قرآن وحدیث اور اقوال فقہاء سے استدلال کیا گیا ہے۔ علماء حق کے لئے لازمی ہے کہ وہ اس فتویٰ اور اس میں بیان کردہ دلائل کی بنا پر بھرپور طریقے سے صحیح موقف بیان کریں کہ سیدزادی کے ساتھ کسی غیر سید کا نکاح بوجہ حرمت ادب اہل بیت کرام جائز نہیں ہے۔

مولوی حافظ نور الٰہی چشتی

فاضل بھیرہ شریف، فاضل عربی، فاضل جامعہ رضویہ فیصل آباد

خطیب جامعہ مسجد شمس العارفین جی نائن تھری اسلام آباد

۳-۴-۹۳